١
غمزۂ چشم ہمزہ
٢
مکاتبات
مرتب
ڈاکٹر احمد جمال مبارکپوری
ایم۔ڈی (یو)

۱

غمزۂ چشم ہمزہ

۲

مکاتبات

مرتب

ڈاکٹر احمد جمال انصاری، ایم، ڈی (یو)

نام کتاب : غمزۂ چشم ہمزہ

مرتب : ڈاکٹر احمد جمال انصاری، ایم، ڈی (یو)

سنۂ اشاعت : ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴

ناشر : منظر سعید انصاری (سینئر سروراینڈمنسٹریٹر)

T-181 دوسری منزل، ماڈل بستی، نئی دہلی۔ ۵

مطبع : پرنٹ ویل افسیٹ، چوڑی والان، دہلی

صفحات : ۱۴۴

قیمت : Rs. 80.00

ملنے کا پتہ

- منظر سعید انصاری (سینئر سروراینڈمنسٹریٹر) T-181 دوسری منزل، ماڈل بستی، نئی دہلی۔ ۵

مشمولات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ علی حبیبہ المصطفی

اما بعد فقد طالعت جزأ من الکتاب المسمّٰی بمصباح الادب للولد العزیز المولوی فضل الرحمٰن المبارکفوری صانہ اللہ تعالی عن الشر الجلی والخفی فوجدتہ کاسمہ مصباح الادب موضحا ومبینا بیانا شافیا لازھار العرب اسئل اللہ العظیم المولی الکریم ان یجعلہ مفیدا للطالبین ومعینا للقارئین وان یوفق لمصنفہ توفیقا رفیقا للتالیف والتصنیف والتدریس آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم فقط

قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ
الحافظ عبد العزیز عفی عنہ
۲۸ رمضان ۱۳۸۱ھ

عکس تحریر حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ

مبارک پور کا وہ فرزند

جس کو

حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے

- اپنی پاک زبان سے الولد العزیز کہا
- اپنے پاکیزہ قلم سے الولد العزیز لکھا
- اشرفیہ کی دونوں کمیٹیوں (مجلس انتظامیہ و مجلس شوری) کا رکن نامزد کیا اور

جس کی

صلاحیتوں کا ادراک کر کے طالب علمی کے دوران ہی معین المدرسین کی حیثیت سے تدریس کا کام سپرد کر دیا (جس کے حلقۂ تلامذہ میں شہزادۂ صدر الشریعہ مولانا فداء المصطفیٰ امجدی اور مولانا سید علی احمد سیوانی جیسے مشاہیر شامل ہیں)

حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ

آج وہ اپنے آقائے نعمت ، استاذ کریم اور مرشد برحق کی مسند تدریس پر فائز اذکی الاذکیا مولانا محمد احمد مصباحی بالقابہ کو ''صدق و دیانت'' کا آئینہ دکھانے پر مجبور ہے

عرض مرتب

اس مجموعۂ مکاتیب طرفین کا پہلا جز جو "غمزۂ چشم ہمزہ" سے موسوم ہے، اصلاً اسی کی اشاعت بتقاضائے وقت مقصود تھی۔ ابتدائی مکاتبت میں "اسرائیل" کا ہمزہ اپنی جگہ سے ہٹا ہوا ملا جو رسم قرآنی کے خلاف تھا، والد محترم نے اس کا کشادہ قلبی سے اعتراف کیا لیکن "حدوث الفتن" اور "فتنوں کا ظہور" حتی کہ "رسم قرآنی اور اصول کتابت" میں جب ہمزہ کی اصل جائے کتابت کی مخالفت کی باڑھ سی نظر آئی تو اس کی نشاندہی بھی کر دی، جواباً اس کی تصحیح کا وعدہ کیا گیا، لیکن مہینوں بعد جب مبارک پور کی حاضری میں اشرفیہ کے دارالافتا میں حاضر ہو کر والد محترم نے متذکرہ تینوں کتابوں کو دیکھا تو ان فروخت کی جانے والی کتابوں کے نسخوں میں کہیں کوئی تصحیح نظر نہیں آئی۔

ایک قابل احترام شخصیت کی طرف سے والد گرامی کو دعوت ملی کہ معاملات کو مل کر سلجھا لیا جائے، یہ مشورہ قابل قبول ہوتا اگر معاملہ صرف رسم قرآنی وغیرہ کی اغلاط کتابت تک محدود ہوتا۔ بات وہاں سے زیادہ سنجیدہ ہوگئی جب انہوں نے محسوس کیا کہ اشرفیہ کے طلبہ کے اذہان کی پرورش میں "حدوث الفتن" غیر طبعی مواد فراہم کر رہا ہے اور کچھ صالح مواد جو آسانی سے دستیاب ہیں ان سے صرف نظر کیا جا رہا ہے تو اس فکری ترسیل کو حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے منہج فکر کے خلاف سمجھتے ہوئے اس کو منظر عام پر لانا ضروری سمجھا۔

ہمیں کچھ احباب نے مشورہ دیا کہ چند مراسلات اور جوابی مراسلات جو خالص علمی مواد پر مشتمل ہیں ان کو بھی شامل اشاعت کر لیا جائے، ہمیں یہ مشورہ پسند آیا۔ ناظرین سے التماس ہے کہ ان خالص علمی مواد پر مشتمل تحریروں کو انصاف و دیانت کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں۔

ہمارے محسن اور کرم فرما حضرت علامہ برق رضوی صاحب نے اپنے مکتوب میں ایک رثائی قطعۂ تاریخ اور تأثرات کا ذکر کیا ہے یہ میری والدۂ مرحومہ کے سانحۂ ارتحال کے تعلق سے ہیں ان کو بھی شامل اشاعت کر لیا گیا ہے قارئین دعائے مغفرت کے ساتھ ان نظموں کو ملاحظہ فرمائیں۔

ڈاکٹر احمد جمال انصاری (ایم،ڈی)

رابطہ نمبر: 9868572386

9582076859

9910518940

سخنے چند

والد محترم ڈاکٹر شرر مصباحی صاحب کو جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی نصابی کتب میں شامل ''حدوث الفتن'' مصنفہ مولانا محمد احمد مصباحی کے اردو ترجمہ ''فتنوں کا ظہور'' کے مطالعہ کا اتفاق ہوا، کتابت کی بہت سی غلطیاں نظر آئیں جو ایک عام بات ہے لیکن جب اس کے مصحح کے نام پر نظر پڑی تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ مولانا عبدالمبین نعمانی سے، جن کو کنزالایمان کی کتابت کے مصحح کی حیثیت سے جانا جاتا ہے اور اس تعلق سے یہ نام ہمارے درمیان اتنا معتبر ہو گیا ہے کہ قرآن کریم الفی مع ترجمہ کنزالایمان و تفسیر خزائن العرفان کی تصحیح کتابت کے لیے بھی نگاہ انتخاب انھیں پر مرکوز ہوئی، یہ اغلاط کیوں کر نظر انداز ہو گئیں تو والد صاحب کو خیال آیا کہ فتنوں کا ظہور کی فاش اغلاط کتابت کی طرف، خاص طور پر آیات قرآنیہ کی رسم کتابت اور اعراب کی اغلاط کی طرف مولانا محمد احمد مصباحی کو متوجہ کیا جائے جن کی نگرانی میں یہ ترجمہ ہوا ہے۔ چنانچہ موصوف کو اس امید کے ساتھ خط تحریر فرمایا کہ ان اغلاط کتابت پر مطلع ہونے کے بعد انھیں مصحح کی غفلت پر افسوس ہوگا اور بلا تاخیر ان کی تصحیح پر کسی کو مامور کریں گے مگر جیسا کہ موصوف کے مکتوبات سے ظاہر ہے الٹے مذکورہ معروضہ میں چھ اغلاط کتابت کا دعویٰ کر کے حساب برابر کر دیا گیا اور نشان زدہ اغلاط کتابت میں جن سے انھیں اتفاق ہوگا اس کے لیے آئندہ ''توجہ دے، دلا کر'' تصحیح کا وعدہ کیا گیا۔ یوں

وعدہ نہ وفا کرتے وعدہ تو کیا ہوتا

پر قصہ تمام ہو گیا۔ مولانا مصباحی کی تحریر کا انداز قدرے تلخ تھا ممکن ہے یہ والد صاحب کے مکتوب کا ردعمل رہا ہو یا مولانا نعمانی سے تعلقات دیرینہ اس کا سبب بنے ہوں، بہر حال بات آگے بڑھی معاملہ آیات قرآنی کی کتابت اور رسم قرآنی سے متعلق تھا اس لیے والد محترم کو فتنوں کا ظہور کے ساتھ حدوث الفتن کے مطالعہ کی بھی ضرورت واقع ہوئی، یہی نہیں بلکہ رسم قرآنی کے خلاف دونوں کتابوں میں مرسومات دیکھنے کے بعد موصوف کی کتاب مستطاب ''رسم قرآنی اور اصول کتابت'' سے بھی اس کا تعلق جڑ گیا جو ایک فطری بات ہے، پھر سوال جواب کے نتیجے میں

بات اغلاط کتابت کے ساتھ ساتھ مندرجات کتب تک پہنچ گئی اور حیرت سراپا افسوس بن گئی۔

مصحفی ہم تو سمجھتے تھے کہ ہوگا کوئی زخم تیرے دل میں تو بڑا کام رفو کا نکلا

چوں کہ تینوں کتابیں چھپ چکی ہیں جامعہ اشرفیہ کے طلبہ بلکہ تنظیم المدارس کے طلاب ان سے بیش از بیش استفادہ کرتے ہیں اس لیے ضرورت سمجھی گئی کہ طرفین کے مکتوبات کو عام کردیا جائے تاکہ قارئین از خود نتیجہ اخذ کریں کہ کیا صحیح ہے کیا غلط۔

حدوث الفتن نصابی کتب میں شامل ہے طلبہ کی ذہن سازی کے لیے لکھی گئی ہے فتنوں کا ظہور کا بھی یہی مقصود ہے مصنف علام نے اگرچہ ''بربنائے مصلحت'' یا بطور ''دفع دخل مقدر'' اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ کتاب میں دینی وعلمی خدمات انجام دینے والی شخصیات کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ ایک نمونہ ہے لیکن یہ دیکھ کر پاؤں تلے کی زمین سرک گئی کہ کتاب میں ہند و بیرون ہند کی ایسی شخصیات کے نام تو ہیں جن کا تعارف اسی کتاب سے ہوا ہے لیکن اس نمونے میں کچھوچھہ شریف کے علمائے کرام اور مشائخ عظام کل کے کل نظر انداز کردئے گئے ہیں حتیٰ کہ اشرفیہ کے بانی شیخ المشائخ حضور اشرفی میاں تک کا نام نہیں ہے۔ اسی طرح ہندوستان کے مشہور مدارس کی فہرست میں جامع اشرف کچھوچھہ شریف سے بھی صرف نظر کیا گیا ہے جہاں نہ صرف یہ کہ ابتدا سے ہی دورۂ حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے بلکہ تخصص فی الفقہ کا بھی برسوں سے معقول بندوبست ہے۔ یہی نہیں بلکہ مبارک پور کی بعض علمی ودینی شخصیات جن کا ذکر فتاویٰ احیاء العلوم میں کیا گیا ہے، مشہور مؤرخ قاضی اطہر مبارک پوری صاحب نے اپنی تصنیفات میں کیا ہے، مولانا عبدالباری قاسمی صاحب سابق ناظم اعلیٰ جامعہ احیاء العلوم نے اپنے مطبوعہ خطبۂ صدارت میں کیا ہے ان کا بھی حدوث الفتن میں نام ونشان نہیں ہے۔ ہماری آنے والی نسلیں جب اغیار کی کتب میں ان شخصیات کا نام دیکھیں گی اور ہماری کتابیں ان کے ذکر سے خالی ہوں گی تو اس سے اُن تک کیا پیغام پہنچے گا؟

یہی نہیں بلکہ حدوث الفتن ۱۹۹۹ء میں ترتیب دی گئی ہے اس سے پہلے مبارک پور کے حضرت مولانا مفتی علی احمد قریشی (ماہر علم الفرائض) قاضی شریعت حضرت مولانا محمد شفیع مبارک پوری (سابق ناظم اعلیٰ واستاذ الجامعۃ الاشرفیہ) حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ (سابق ناظم اعلیٰ واستاذ

الجامعۃ الاشرفیہ) وحضرت مولانا محمد شفیع قریشی (~~سابق مبلغ اشرفیہ~~) علیہم الرحمۃ والرضوان اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر چکے تھے، ان کی دینی وعلمی وملی خدمات اظہر من الشمس ہیں ان میں سے کئی شخصیات سے مصباحی صاحب کو شرف تلمذ بھی حاصل ہے لیکن ان میں سے ایک شخصیت بھی بطور نمونہ اس کتاب میں شامل کرنے کی اہل قرار نہیں پائی اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ کتاب اسلاف شناسی کے ساتھ ساتھ اسلاف فراموشی کا ایک فکری ایجنڈا ہے جس کا مقصد تنظیم المدارس کے طلبہ کے ذہن وفکر کے لیے ایک خاص سمت متعین کرنا ہے اور اسی خط پر چلنے کی ترغیب دینا ہے، جو یقیناً حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منہج فکر کے خلاف ہے۔

الجامعۃ الاشرفیہ کا رجسٹرڈ نام، دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم (مسمی باسم تاریخی باغ فردوس) ہے، جیسا کہ والد محترم نے بتایا کہ ''مصباحی'' لکھنے کی ابتدا (شیخ الاسلام حضرت علامہ) سید محمد مدنی میاں اختر مصباحی کی جماعت سے ہوئی۔ موصوف اسی تخلص اور نسبت سے مبارکپور کے مشاعروں میں اپنا کلام پڑھواتے تھے۔ یہ تقریباً سنہ ۵۹۔۱۹۵۸ء کی بات ہے۔

حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عکس تحریر میں ''فیضان اہل سنت'' کا نام آیا ہے۔ اس نام سے والد صاحب نے لکھنؤ کے دوران قیام ڈکلیریشن حاصل کر لیا تھا، اشتہارات کے ذریعہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ یہ اشرفیہ کا ترجمان ہوگا۔ قاری احمد ضیا، ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی، مولانا اسلم بستوی وغیرہم پر مشتمل مجلس ادارت کی تشکیل ہو چکی تھی، کئی اضلاع سے ایجنسی حاصل کرنے کے لیے رابطہ بھی کیا جا چکا تھا، اسی دوران حافظ ملت کا گرامی نامہ موصول ہوا نیز اشرفیہ کی مجلس انتظامیہ کے سرگرم رکن الحاج محمد سراج گرہست صاحب کا خط (مرسلہ ۱۶؍جون ۱۹۷۴ء) اور ایک مطبوعہ اشتہار ملا جس کا مضمون یہ تھا کہ اشرفیہ کی مجلس منتظمہ نے ایک ماہنامہ جاری کرنے کی منظوری دے دی ہے اور مولانا بدر القادری کو اس کا مدیر نامزد کیا ہے۔ اس کے دوسرے دن یعنی ۱۷؍جون کو مولانا بدر القادری نے خط لکھا کہ میں نے بہ حیثیت مدیر کام شروع کر دیا ہے، اس کے بعد والد محترم نے لکھنؤ سے ''فیضان اہل سنت'' کے اجرا کا پروگرام منسوخ کر دیا۔

منظر سعید انصاری

والد محترم کے پہلے مکتوب کے جواب میں جو چند اغلاط کتابت کی بات کہی گئی ہے اور جواب الجواب میں آں موصوف نے جو اپنے مکتوب کی زیروکس بھیجنے کی گزارش کی تھی اس کے پیچھے کچھ عوامل کارفرما تھے۔
پہلا خط والد گرامی کے خط تحریر میں نہیں تھا، یہ کمپوز کرایا گیا تھا، اس کا پرنٹ آؤٹ جب تصحیح کے لیے آیا تو اسے دو محترم مصباحی حضرات نے دیکھا اور اغلاط کتابت کی نشاندہی کر کے تصحیح کرالی۔ یہ مصححہ کاپی والد گرامی کے پاس آئی، انھوں نے مصححہ کاپی پر نظر ثانی کی تو چند اغلاط کتابت اور نظر آئیں، پھر ان حضرات نے ان کو درست کر کے فوٹو کاپی کرالی۔ اب معلوم نہیں کہ مولانا ایم اے مصباحی صاحب کو وہی مصححہ کاپی پہنچی جس میں چند اغلاط رہ گئی تھیں یا نظر ثانی شدہ کاپی دستخط کر کے بھیجی گئی، چوں کہ اس کا حضرت کو اب تک علم نہیں ہے اس لیے انھوں نے گزارش کی تھی کہ مرسلہ خط کی فوٹو کاپی بھیج دی جائے۔ یہاں وہی مکتوب شامل اشاعت ہے جو نظر ثانی شدہ ہے۔ گمان غالب یہی ہے (احمد جمال انصاری)

بسمہٖ تعالیٰ

محترم مولانا محمد احمد مصباحی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی!

گزشتہ ماہ مارچ میں آپ کی عربی تصنیف ''حدوث الفتن'' کے اردو ترجمہ ''فتنوں کا ظہور'' کے سرسری مطالعہ کا اتفاق ہوا جو آپ کی نگرانی میں مولانا عبدالغفار صاحب نے کیا ہے اور المجمع الاسلامی کے رکن مولانا عبدالمبین نعمانی نے اس کی پروف ریڈنگ کی ہے اس کے مطالعہ کے بعد چند عبارات میرے لیے تشویش کا باعث ہوئیں۔ میں نے مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب سے ملاقات کر کے اپنے معروضات پیش کیے جس کی تفصیل آپ کو موصوف سے یقیناً معلوم ہوئی ہوگی۔ مفتی صاحب سے گفتگو کے بعد پھر مجھے آپ سے رابطہ کی ضرورت نہ تھی لیکن دہلی آنے کے بعد جب کتاب کا غائر نظر سے مطالعہ کیا تو میرے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ آپ سے اپنے خلجان کا اظہار کروں۔ محترم نعمانی صاحب

کنزالایمان کی تصحیح کتابت سے ہی پہچانے جاتے ہیں اور اسی کے سبب وہ اکرام وفتوح سے نوازے جاتے رہے ہیں غالباً اسی وصف خاص کی وجہ سے ان کا نام نامی اس کتاب میں پروف ریڈر کی حیثیت سے نمبر ایک پر رکھا گیا ہے۔ مگر افسوس کے ساتھ عرض گزار ہوں کہ فتنوں کا ظہور کی پروف ریڈنگ میں انھوں نے حددرجہ بے اعتنائی اور تساہل سے کام لیا ہے۔ نہ ان کی نظر رسم قرآنی پر ہوئی نہ رموزِ اوقاف پر۔ صرف 160 صفحات تک کے مطالعہ میں 60% سے زائد مقامات میں اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار 2007ء میں شائع ہوئی دوسری بار 2009ء میں اور تیسری بار 2011ء میں مگر اس طویل عرصہ میں کسی نے ان اغلاط کتابت کی طرف ذمہ دار حضرات کو متوجہ نہیں کیا۔ آپ مجھ سے بہتر طور پر جانتے ہیں کہ قرآن حکیم کی کتابت توقیفی ہے۔ قرون اولیٰ سے اس کی کتابت جس طرح ہوتی آئی ہے اور اہل علم نے جو رموزِ اوقاف قرآن مقرر کیے ہیں مصحف کی کتابت اسی کے مطابق ہونی ضروری ہے۔ احادیث کے متن میں علماء بنی اسرائیل۔ لکھا ہوتا ہے لیکن قرآن مقدس میں اس کی کتابت عُلَمٰٓؤُا بَنِیٓ اِسۡرَآئِیۡلَ۔ (سورۂ شعراء) ہے، لہٰذا یہاں مصحف میں۔ علماء بنی اسرائیل۔ نہیں لکھا جاسکتا۔ نہ مصحف کی یہ رسم کتابت کسی اور طرح سے اقتباس کی جاسکتی ہے۔ اب اس کی روشنی میں "فتنوں کا ظہور" میں جو آیات قرآنی نقل کی گئی ہیں ان میں سے بعض آیات یہاں پیش ہیں اس کے متوازی کنزالایمان سے آیات قرآنی بھی پیش ہیں:

(۱) قُلۡ أَبِاللّٰهِ وَأٰيٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ o لَاتَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ ؕ (ص۱۶)

(۲) لِتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ۔ (ص۱۷)

(۳) وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ

(۱) قُلۡ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ o لَاتَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ ؕ

(۲) لِتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ۔

(۳) وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ

ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ
فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ
الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا
رَّحِيْمًا o فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا
مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o
(النساء ٦٣-٦٥) (ص١٨)

(٤) اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔o
(الاحزاب:٥٧) (ص١٨)

(٥) اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَجَهَنَّمَ خَالِدًا
فِيْهَا ط ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ o
(التوبه:٦٣) (ص:١٩)

(٦) وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ o
(ص:١٩)

(٧) كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ اِذْ قَالَ
لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ
بَرِيْءٌ مِّنْكَ۔ (ص:٣٨)

(٨) اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ
الْكَافِرِيْنَ۔ (ص:٦٣)

ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ
فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ
الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا
رَّحِيْمًا o فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا
مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o
(النساء ٦٣-٦٥)

(٤) اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔o
(الاحزاب:٥٧)

(٥) اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَجَهَنَّمَ خَالِدًا
فِيْهَا ط ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ o
(التوبه:٦٣)(ص:١٩)

(٦) وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ o

(٧) كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ
لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ج فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ
بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ۔

(٨) اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ق وَكَانَ مِنَ
الْكٰفِرِيْنَ۔

(۹) مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔(سورہ الصف)(ص:۷۱)

(۱۰) قَالَ يَا اَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِىْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ ٥ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّىْ عَلَيْهِ لَقَوِىٌّ اَمِيْنٌ ٥ قَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ، فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّىْ ٥ ص:۱۰۵.

(۱۱) اَنِّىْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِىْ بُيُوْتِكُمْ۔ط (ص:۱۰۵)

(۱۲) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ٥ (سورہ بقرہ آیت ۱٥٤) (ص:۱۰۷)

(۱۱) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا

(۹) مُبَشِّرًا ۚ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ ۚ بَعْدِى اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔(سورہ الصف)

(۱۰) قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِىْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ ٥ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّىْ عَلَيْهِ لَقَوِىٌّ اَمِيْنٌ ٥ قَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّىْ ٥ قف ؎

(۱۱) اَنِّىْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۚ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ۔ط

(۱۲) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ٥ (سورہ بقرہ آیت ۱٥٤)

(۱۱) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا

فِی سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا بَلۡ اَحۡیَآءٌ
عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ۝ (ص:۱۰۷)

(۱۲) وَاِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّیۡنِ
کَهَیۡئَةِ الطَّیۡرِ بِاِذۡنِیۡ فَتَنۡفُخُ فِیۡهَا
فَتَکُوۡنُ طَیۡرًا بِاِذۡنِیۡ وَتُبۡرِئُ
الۡاَکۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِیۡ،
وَاِذۡتُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِیۡ۔
(المائدہ۔ ۱۱۰) (ص:۱۱۰)

(۱۳) وَلَوۡاَنَّهُمۡ رَضُوۡا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ
وَرَسُوۡلُهٗ وَقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ
سَیُؤۡتِیۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗ
وَاِنَّآ اِلَی اللّٰهِ رَاغِبُوۡنَ۔۝ (التوبہ:
۵۹)(ص:۱۱۰)

(۱٤) اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ
وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا۔(المائدۃ۔۵۵)
(ص:۱۱۳)

(۱۵) وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنَاتُ
بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ۔(توبہ۔ ۷۱)
(ص:۱۱۳)

(۱٦) مَالَهُمۡ مِنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ
وَّلِیٍّ۔(کهف ۲٦) (ص:۱۱۳)

(۱۷) فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰهُ وَجِبۡرِیۡلُ
وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمَلٰئِکَةُ بَعۡدَ

فِی سَبِیۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ
عِنۡدَ رَبِّهِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ۝ ۙ
(۱۲) وَاِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّیۡنِ
کَهَیۡئَةِ الطَّیۡرِ بِاِذۡنِیۡ فَتَنۡفُخُ فِیۡهَا
فَتَکُوۡنُ طَیۡرًا ۢ بِاِذۡنِیۡ وَتُبۡرِئُ
الۡاَکۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِیۡ ۚ
وَاِذۡتُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِیۡ ۚ
(المائدہ۔ ۱۱۰) (ص:۱۱۰)
(۱۳) وَلَوۡاَنَّهُمۡ رَضُوۡا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ
وَرَسُوۡلُهٗ ۙ وَقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ
سَیُؤۡتِیۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ ۙ
اِنَّآ اِلَی اللّٰهِ رٰغِبُوۡنَ۔ ۝ (التوبہ:
۵۹)(ص:۱۱۰)
(۱٤) اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ
وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا۔(المائدۃ۔۵۵)
(۱۵) وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ
بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ۔(توبہ۔ ۷۱)
(۱٦) مَالَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ
وَّلِیٍّ۔(کهف ۲٦)
(۱۷) فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰهُ وَجِبۡرِیۡلُ
وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۚ وَالۡمَلٰٓئِکَةُ بَعۡدَ

ذٰلِكَ ظَهِيرٌ۔(تحريم۔٤) (ص:۱۱۳)	ذٰلِكَ ظَهِيرٌ۔ (تحريم۔٤)
(١٨) وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِىْ اِمَامٍ مُبِيْنٍ۔(يٰس آيت:١٢) (ص:۱۱۵)	(١٨) وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔(يٰس آيت:١٢)
(١٩) وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَايَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ۔(انعام آيت:٥٩) (ص:۱۱۵)	(١٩) وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَايَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔(انعام آيت:٥٩)

رسم قرآنی اور رموزِ اوقاف قرآنی کے تعلق سے پروف ریڈنگ میں تساہل اور کوتاہی پر مولانا عبدالمبین نعمانی کو ان کی شرعی ذمہ داریوں کا احساس دلایئے اور ایک بار از سر نو غائر نظر سے نہ صرف ''فتنوں کا ظہور'' بلکہ ''حدوث الفتن'' کو بھی دیکھئے، اکثر مقامات پر ''جو عین کی صورت ہے وہی غین کی صورت'' نظر آئے گی۔ ساتھ ہی احادیث کریمہ کے متن اور دیگر اردو عبارات کی بھی صحیح پروف ریڈنگ ہونی چاہیے۔ یہ شق ''فتنوں کا ظہور'' سے متعلق ہے۔

اب چند امور استصواباً درج ذیل ہیں جن کا تعلق جناب والا سے ہے۔

(الف) ص ۳۴ پر ابوعلی محمد بن عبدالوہاب جبائی کا سنہ ولادت ۲۳۵ھ مرقوم ہے اور ص ۳۵ پر جبائی کے بیٹے ابوالہاشم کا سنہ ولادت ۲۴۷ھ مذکور ہے۔ میں نے جتنی کتب دیکھی ہیں ان میں اِن دونوں کا سنہ وفات تو درج ملا، سنہ ولادت نہیں۔ آپ کا ماٰخذ کیا ہے؟

(ب) ص ۲۲۶ و ص ۲۲۷ پر مرقوم ہے:

''بدمذہبوں نے اہل سنت کو بریلوی کے نام سے موسوم کیا تاکہ وہ لوگ فریب میں آجائیں جو حقیقت حال سے واقف نہیں ہیں۔''

ہم اہل سنت کی تو فی زماننا سنی حنفی بریلوی سے ہی پہچان ہے۔ بعض علما نے جو یہ تینوں الفاظ استعمال کیے ہیں ان میں ''بریلوی'' بھی ایک طرح کی قید احترازی معلوم ہوتی ہے۔

(ج) اشاعت حق میں نمایاں کارنامے انجام دینے والے علما میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کا نام نہیں ہے۔ یہ ترک سہواً ہے یا قصداً، یا فی الواقع یہ اس

قبیل کے نہیں ہیں جن کا شمار اشاعت حق میں نمایاں کام کرنے والے علما میں کیا جائے؟

(د) اشاعت حق میں نمایاں کارنامے انجام دینے والے چند علما کا صدی کے لحاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ آپ پہلی صدی سے بارہویں صدی تک علمائے کرام کے نام اور اس کے سنوات پر غور فرمائیں اگر نظر ثانی کے بعد بھی کوئی غلطی نظر نہ آئے تو براہ کرم مجھے صرف اتنا لکھ دیں کہ اس شق میں سب ٹھیک ہے۔

(ہ) اعلیٰ حضرت کے حاشیہ کا بنام المستند المعتمد عنوان قائم کیا گیا ہے اور حوض میں بیشتر مقامات پر المعتمد المستند۔ چھپا ہوا ہے، حتیٰ کہ علمائے حرمین کی تقریظات میں بھی المعتمد المستند۔ ہی مرقوم ہے۔ صحیح کیا ہے؟

والسلام مع الاکرام

شرر مصباحی

یکم جون ۲۰۱۳ء

محترم کرم فرمائے من مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرؔر مصباحی۔ زید کرمکم

سلام مسنون!

والا نامہ محررہ یکم جون ۲۰۱۳ء، ۵/جون کو موصول ہوا۔ اس سے قبل آپ نے حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی کے ہاتھوں ''فتنوں کا ظہور'' قابل غور یا قابل تصحیح مقامات کو نشان زد کر کے بھیجا تھا۔ نشان زدہ مقامات کو میں نے دیکھا صرف تین جگہ تصحیح کی ضرورت معلوم ہوئی۔

اب حالیہ مکتوب میں کتاب مذکور (فتنوں کا ظہور) میں منقولہ آیات کے تحت بعض کلمات میں رسم قرآنی کی پابندی نہ کرنے، بعض مقامات پر رموزِ اوقاف درج نہ کرنے اور بعض کلمات کے اندر تصحیح حرکات وسکنات میں سہو ہونے پر آپ نے توجہ دلائی ہے۔

ان شاء اللہ الرحمٰن میں توجہ دے، دلا کر پوری کوشش کروں گا کہ حدوث الفتن اور فتنوں کا ظہور (بقول آپ کے: عین غین) دونوں میں منقولہ آیات کے تحت رسم کا جو سُقم ہے، دور ہو جائے اور دوسری خامیاں بھی نہ رہیں۔ مولا تعالیٰ توفیق خیر سے نوازے۔ آپ کے توجہ دلانے کا شکریہ، بہت بہت شکریہ

بات رسم قرآنی کی ہے (جس کی پابندی واجب ہے) اس لیے عین غین کے ساتھ شین پر بھی توجہ ضروری ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) مکتوب گرامی ص ۱، جہاں آپ نے پابندی رسم کی اہمیت بتانے کے لیے مثال پیش کی ہے "علمٰؤ بنی اسرائیل" (سورۂ شعرا) اس میں علمٰؤ کی کتابت پر آپ کی نظر مرکوز رہ گئی، "اسـرائیل" کی مخالفتِ رسم نظر انداز ہو گئی۔ اس کی رسم باثبات ہمزہ نہیں، بحذف ہمزہ ہے یعنی "ئیل" کا ہمزہ

(۲) ۱ میں جو مخالفت آپ نے دکھائی ہے وہ اس کے متوازی میں بھی موجود ہے جب کہ متوازی کو آپ نے غلطی کی نشان دہی اور اصلاح کے لیے ہی درج کیا ہے۔

۳ کے تحت حوالۂ آیت ۶۳، ۶۵ نہیں بلکہ ۶۴، ۶۵ ہونا چاہیے۔ یہ ضمناً عرض ہے۔

(۳) ۱۰ کے تحت جو متوازی صحیح رسم آپ نے پیش کی ہے اس کی بھی پہلی سطر میں رسم کی

وہ غلطی موجود ہے جو ''فتنوں کا ظہور'' میں ہے۔ جب کہ آپ کے حوالہ دیے ہوئے نسخہ، قرآن کریم مع کنزالایمان میں رسم بالکل صحیح ہے۔

(۴) ۱۱ سطر اول میں اثبات ہمزہ کی اسی غلطی کا اِعادہ ہے جو (فتنوں کا ظہور) میں ہے۔ حالاں کہ مذکورہ نسخہ، قرآن میں حذف ہمزہ کی رسم بالکل بجا ہے۔

(۵) بعینہٖ یہی معاملہ ۱۴ سطر اول میں بھی ہے۔

(۶) ۱۵ سطر اول میں (ظہور فتن) والی غلطی نسخہ، کنزالایمان کے حوالے سے بھی درج کی گئی ہے۔ یہ ظلم نہیں ہونا چاہیے۔ مذکورہ مصحف میں ''اٰتـٰہم'' بالکل صحیح درج ہے۔

اس کتاب کے ۱۶۰ صفحات میں آپ نے جتنی غلطیاں رسم وغیرہ کی شمار کی ہیں، کلمات یا الفاظ کی جگہ ''مقامات'' لکھ کر ان کا فیصد ساٹھ تک پہنچا دیا ہے۔ جب کہ اس شمار میں ترک رموز اوقاف وغیرہ بھی شامل ہے۔ میں نے آپ کے صرف دو صفحات میں چھ واضح غلطیوں کی نشان دہی کی ہے جو صرف ''رسم'' سے متعلق ہیں۔ حساب میں آپ زیادہ ماہر ہیں اس لیے صفحات اور اغلاط کے تناسب سے اپنے مکتوب شریف کا فیصد بھی نکال لیجیے گا۔

● اب ایک عرض، ضروری عرض بطور استفادہ ہے:

مکتوب کے پہلے صفحہ پر آپ کے بیان سے (اغلاط کا فیصد نکالنے سے، ص ۳، سطر ۱۶ سے بھی) ظاہر ہو رہا ہے کہ وجوب رسم قرآنی کی طرح ''اہل علم کے مقررہ رموز اوقاف'' کی پابندی بھی واجب ہے، کتابت مصحف میں بھی، اور بطور حوالہ نقل میں بھی۔

رموز اوقاف سے متعلق دونوں دعووں پر کوئی مستند حوالہ پیش فرمائیں تو بڑی نوازش ہوگی۔

● اب بقیہ امور سے متعلق عرض ہے:

(الف) جبائی اور ابو ہاشم کا سال ولادت ووفات میں نے زرکلی کی اعلام سے لیا ہے اس میں آپ کا اشکال مجھے یہ سمجھ میں آیا کہ بیٹے کی ولادت کے وقت باپ کی عمر صرف بارہ سال قرار پاتی ہے۔ آپ نے نشان زدہ نسخہ (ظہور فتن) بھیجا تو میرے ذہن میں آیا کہ شاید کتابت کی غلطی سے باپ کی ولادت میں ۲۲۵ کی جگہ ۲۳۵ ہو گیا ہے لیکن آج میں نے دیکھا کہ زرکلی نے سال ہجری کی مطابقت میں جو سال مسیحی درج کیا ہے وہ بھی ۲۳۵ ہی کے موافق

آرہا ہے۔

ابوعلی جبائی کے تحت اس نے اپنے مآخذ یہ لکھے ہیں:

المقریزی ۲: ۳۴۸، وفیات الاعیان ۱: ۴۸۰، البدایہ والنہایہ ۱۱: ۱۲۵، اللباب ۱: ۲۰۸، مفتاح السعادۃ ۲: ۳۵، وانظر دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۶: ۲۷۰۔۲۷۴ (الاعلام ۶/۲۵۶ بیروت)

ابوہاشم کے تحت یہ مآخذ درج کیے ہیں:

مقریزی ۲: ۳۴۸، وفیات الاعیان ۱: ۲۹۲، البدایہ والنہایہ ۱۱: ۱۷۶، میزان الاعتدال ۲: ۱۳۱، تاریخ بغداد ۱۱: ۵۵ (الأعلام ج ۴/ص ۷۔ بیروت)

آپ نے تو بہت سارے مآخذ دیکھ ڈالے، میں اپنی مصروفیات کی وجہ سے کچھ بھی نہ دیکھ سکا، یہاں تک کہ سردی سے گرمی آگئی اور اب برسات کی آمد آمد ہے۔

امید ہے کہ کسی عزیز یا رفیق کی توجہ سے انشاء المولیٰ تعالیٰ جلد ہی کوئی صحیح نتیجہ نکل آئے گا۔ وبیدہ الخیر والتوفیق۔

(ب) واقعہ یہی ہے کہ اہل سنت کو بدمذہبوں نے ہی ''بریلوی'' کا نام دیا ہے، تا کہ یہ باور کرانا آسان ہو کہ یہ ایک نیا فرقہ ہے جو بریلی سے پیدا ہوا، وہی اس کا مولد اور مرجع ہے۔ ماضی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ آپ یا کوئی صاحب نظر اعلیٰ حضرت قدس سرہ یا ان کے خلفا وتلامذہ بلکہ حافظ ملت قدس سرہ یا ان کے رفقائے درس کی کسی تحریر میں یہ دکھا دیں کہ انھوں نے اہل سنت کو اپنے طور پر ''بریلوی'' سے نامزد کیا ہے تو میں بہت ممنون ہوں گا۔

اگر فی زمانناا اپنے کو بریلوی بتا کر ہی دوسروں سے ممتاز کرنا پڑتا ہے تو میں نے ابتدائے حال کا جو تاریخی تذکرہ کیا ہے اُس کی صحت پر اِس سے کیا اثر پڑتا ہے؟؟ بلکہ اس سے میری ذکر کردہ بدمذہبوں کی چال کے کامیاب ہونے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ غیروں نے اپنے سنی ہونے اور اہل سنت کے ''بریلوی'' ہونے کا اس قدر زوردار، پیہم اور ہمہ جہت پروپیگنڈا کیا اور وہ ایسا کامیاب ہوا کہ مجبوراً خودسنی کو اپنی پہچان کے لیے ''بریلوی'' کا پیوند لگانا پڑتا ہے۔ فیا للعجب!

(ج) ص ۳ ج کے تحت جو سوال آپ نے رقم فرمایا ہے اس کا جواب کتاب بغور پڑھنے

سے خود ظاہر ہے کہ میں نے احاطہ واستیعاب کی ہمت نہیں کی ہے، بطور نمونہ واظہارِ تسلسلِ جہاد ہر دور کی کچھ شخصیات کا ذکر کردیا ہے۔ آپ غور کریں گے تو دو ہی نہیں زیادہ۔ دو سے بہت زیادہ۔ شخصیات کا ذکر نہ ملے گا۔

پوری کتاب میں کسی مقام پر بھی میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ اس میں ہر دور کی نامور شخصیات یا نمایاں اہل خدمات کا احاطہ موجود یا مقصود ہے۔ اگر ایسا کوئی دعویٰ ہو تو دکھا سکتے ہیں۔

(د) ص۳(د) کے تحت آپ نے جو اِبہام بلکہ ''اِلغاز'' رکھا ہے اس کی ضرورت نہیں۔ جو غلطی آپ کو معلوم ہو رہی ہے صاف صاف اس کی نشان دہی فرمائیں تاکہ تصحیح ہو سکے۔

(ہ) المستند المعتمد کا پہلا مطبوعہ نسخہ وہ ہے جو ۱۳۲۰ھ میں طبع ہوا مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی علیہ الرحمہ نے المعتقد المنتقد کی طبع جدید کا قصد کیا اور تصحیح اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے سپرد کی، اسی دوران کہ "الطبع جار والقلم سار" حضرۃ الامام نے المستند تحریر فرمائی یعنی اعلیٰ حضرت قدس سرہ پروف بھی دیکھتے گئے اور شرح و تعلیق بھی رقم فرماتے رہے۔ نام خود ہی المستند المعتمدبناء نجاة الابد (۱۳۲۰ھ) تجویز فرمایا جیسا کہ دیباچے (خطبۃ الشرح) میں درج ہے اور ٹائٹل پیج پر بھی ہے۔ دیباچہ غور سے پڑھ لیں۔

دوسری بار غالباً مفتی اعجاز ولی خاں علیہ الرحمہ کی نگرانی میں کراچی میں چھپا، اس پر نام وغیرہ طبع اول کے مطابق ہے۔ پھر اسی کا عکس مکتبہ ایشیق استنبول سے کئی بار چھپا۔ یہی آخر الذکر نسخہ میرے پاس تھا۔ فیض العلوم محمد آباد میں اس کی تدریس کے وقت کئی مقامات پر مجھے تصحیح کی ضرورت محسوس ہوئی تو میں نے مفتی عبید الرحمٰن رشیدی استاذ شمس العلوم گھوسی سے نسخۂ طبع اول حاصل کر کے پوری کتاب کا مقابلہ کر ڈالا۔ پھر جب اس کی اشاعت کا ارادہ ہوا اُس وقت بھی بعض جگہوں میں طبع اول دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی اُس وقت مفتی صاحب ممدوح شمس العلوم چھوڑ چکے تھے، خیر قادری منزل گھوسی سے نسخۂ اول مل گیا، حسب ضرورت مراجعت کر لی۔

الحاصل اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے سامنے جو نسخہ طبع ہوا، اُس میں اور بعد کے تمام ایڈیشنوں میں نام وہی مرقوم ہے جو اوپر مذکور ہے۔ اس لیے ہم پر بھی لازم تھا کہ اپنی اشاعت

میں وہی نام برقرار رکھیں اور جہاں اس کا ذکر کریں اسی نام سے کریں۔

لیکن حسام الحرمین کے نسخوں میں از سوال تا آخر جوابات ہمیں المعتمد المستند ہی درج ملا۔ میں حسام الحرمین کا جو سب سے پرانا نسخہ دیکھ پایا وہ والد مرحوم (جناب محمد صابر اشرفی) کے دوست عم محترم جناب عبدالشکور برکاتی بھیروی مرحوم مرید تاج العلماء علیہ الرحمہ کے پاس تھا۔ یہ انھوں نے اپنی جوانی میں خریدا تھا، میرا اندازہ ہے کہ آج سے تقریباً نوے (۹۰) سال پہلے کا ہوگا۔ آپ بھی اپنے والد گرامی یا ان کے احباب کے ذخیرۂ کتب میں تلاش کریں تو وہی یا اس کے پہلے کا نسخہ مل سکتا ہے۔ دوسری جگہوں میں ہوسکتا ہے طبع اول بھی دستیاب ہو جائے۔

الغرض ناقل کو اصل کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ حسام الحرمین کی عبارتوں میں چوں کہ المعتمد المستند ہی لکھا تھا اس لیے وہی نقل ہوا۔ اور اصل کتاب میں المستند المعتمد لکھا تھا اس لیے وہ نقل ہوا۔

اب رہا یہ سوال کہ اصل کتاب اور حسام الحرمین میں یہ فرق کیوں اور کیسے ہوا؟ اس کی خود آپ جو توجیہ فرمالیں وہ آپ کے نزدیک زیادہ مقبول و معتبر ہوگی۔ ہوسکتا ہے مجھے بھی وہی پسند آجائے۔ ہاں میری نقل خلاف اصل ہوتی تو مجھ سے مواخذہ ضروری تھا۔

والسلام مع الاکرام

محمد احمد مصباحی (خادم اشرفیہ)

المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور

شب شنبہ ۲۸ رجب ۱۴۳۴ھ / ۷/۶/ ۲۰۱۳ء

محترم مولانا محمد احمد مصباحی زید کرمکم

تسلیمات۔

مرسلہ مکتوب ۱۱ر جون ۲۰۱۳ء کو موصول ہوا، آپ اپنی محررہ ''مصروفیات'' کے تناظر میں اس تاخیر کو شغل بے کاری پر محمول فرمالیں یا پھر

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد

مہلتے بایست تا خوں شیر شد

جناب والا نے میرے مکتوب میں جن واضح چھ اغلاطِ کتابت کا دعویٰ کیا ہے ازراہ کرم ان کی صراحت فرمادیں تاکہ میں ان پر مطلع ہوسکوں۔ میں نے عرض کیا تھا ''فتنوں کا ظہور'' کی پروف ریڈنگ میں انھوں نے حد درجہ بے اعتنائی اور تساہل سے کام لیا ہے۔ نہ ان کی نظر رسم قرآنی پر ہوئی نہ رموز اوقاف پر، صرف 160 صفحات تک کے مطالعہ میں 60% سے زائد مقامات میں اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔'' اس کے جواب میں میرے دو صفحے کے خط میں چھ اغلاط کتابت کا ذکر کر کے فیصد نکالنے کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دی گئی۔ اگر یہ صحیح ہے کہ میرے دو صفحات کے خط میں کتابت کی چھ غلطیاں در آئی ہیں تو اس سے ''فتنوں کا ظہور'' کی کتابت کی غلطیاں نہ ہلکی ہوئیں نہ ان پر سے اغلاط کتابت کا الزام رفع ہوا۔

فتنوں کا ظہور اور حدوث الفتن کی اغلاط کی تصحیح کا وعدہ ''انشاء اللہ الرحمٰن'' کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس لیے آپ کی حد تک بے یقینی متصور نہیں، لیکن ''توجہ دے، دلا کر'' کی جو بات کہی گئی ہے، میں معذرت کے ساتھ عرض گزار ہوں کہ حضرت مصحح سے خیر کی امید نہیں کی جاسکتی یہ سارا کام آپ کی نگرانی میں ہونا چاہیے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ قرآن کریم کی کتابت کی تصحیح کا کام نسبتاً آسان ہے، توجہ اور یکسوئی کے ساتھ نئی کتابت شدہ آیات کی مطبوعہ مصحف کی آیات سے مطابقت کی جاتی ہے، اس کے لیے کسی بہت بڑے عالم فاضل کی ضرورت نہیں ہے۔ المجمع الاسلامی میں آپ کے ماتحت یا زیر نگرانی کام کرنے والے مولوی صاحبان بھی یہ کام بتمام وکمال کر سکتے ہیں بس یک سوئی اور پوری توجہ درکار ہے لیکن دیگر کتب

میں تصحیح کتابت اور زیر زبر لگانے کے لیے توجہ اور یکسوئی کے ساتھ علم وافر کی بھی ضرورت ہے۔ مولانا نعمانی صاحب نے جو تصحیح فرمائی ہے اس میں توجہ اور یکسوئی کا فقدان اور علم مطاءِب کا افلاس نظر آیا۔ آپ کی تسکین وتسلی کے لیے چند مثالیں اپنے محل پر پیش کروں گا۔

آپ نے چند تند وتلخ جملوں سے اس بندۂ آثم کو شاد کام کیا، کہیں کہیں تحریر میں مناظرانہ شان بھی نظر آئی، فقرے بھی چست کیے گئے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، یہ سب کچھ مولانا نعمانی کی استمالت خاطر کے لیے ہے حالانکہ مجھے امید تھی کہ آیات قرآنی کی تصحیح کتابت میں آں موصوف نے جو بے اعتنائی برتی ہے اس پر اظہار افسوس کرتے ہوئے یہ عبارت مرتبط کرتے ''انشاء اللہ الرحمٰن میں توجہ دے، دلا کر پوری کوشش کروں گا کہ'' الخ مگر شاید میرے جملے جو جناب مصحح کے لیے تھے، آپ کی نازک مزاجی برداشت نہیں کر سکی اور رفاقت کا دم بھرنے کے لیے آپ سامنے آ گئے۔ خیر اس کا مجھے گلہ نہیں ہے۔ شکوہ یہ ہے کہ آپ کی انتشار خیالی کا صاف اثر آپ کی تحریر میں نظر آ رہا ہے۔

میں نہایت ادب کے ساتھ ملتمس ہوں کہ اپنی تقریر وتحریر اور اپنے موقف کی ترسیل میں اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسند تدریس پر فائز ہیں جن کی پوری زندگی صدق ودیانت سے عبارت ہے، آپ سے بھی راستہ بتانے کی جگہ صحیح راستہ دکھانے کی بجا طور پر توقع کی جائے گی۔ اس تناظر میں بھی چند امور کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراؤں گا۔

ہاں تو انتشار خیالی کا صاف اثر آپ کی تحریر میں یوں ظاہر ہوا کہ باوجودیکہ آپ نے میرا خط بہ طور خود پوری توجہ کے ساتھ پڑھا اور یقیناً اپنا تحریر کردہ جواب بھی دوبارہ پڑھا ہوگا لیکن نہ لکھتے وقت خیال آیا نہ نظر ثانی کرتے وقت کہ آپ میرے جملے مجھے کس طرح واپس کر رہے ہیں، میں نے لکھا تھا ''احادیث کے متن میں علماء بنی اسرائیل لکھا ہوتا ہے لیکن قرآن مقدس میں اس کی کتابت عُلَمٰٓؤُا بَنِی اِسْرَآءِیْلَ۔ (سورۂ شعراء) ہے۔ آپ نے میری عبارت یوں واپس کی ہے'' "علمٰؤ بنی اسرائیل" اس کے بعد ارشاد گرامی ہے "علمٰؤ کی کتابت پر آپ کی نظر مرکوز رہ گئی "اسـرائیل" کی مخالفت رسم نظر انداز ہو گئی'' یہاں آپ سے میرے

تحریر کردہ عُلَمٰٓؤُا بَنِیٓ اِسۡرَآئِیل میں چار رسم قرآنی نظر انداز ہوگئی، شمار کر لیجئے۔ اس لیے التماس ہے کہ ازراہ کرم میرے مکتوب کی فوٹو کاپی بھیج دیجئے اور چھ اغلاطِ کتابت کو نشان زد بھی کر دیجئے تا کہ میں ان پر مطلع ہو سکوں۔

ہاں! مجھے پوری کشادہ دلی سے اعتراف ہے کہ "ئیــــــل" پر ہمزہ نہیں ہے۔ بلکہ رسم قرآنی اِسۡـرَآءِیۡل ہے۔ کاش کہ آپ بھی اعتراف کر لیتے کہ نہ صرف فتنوں کا ظہور میں، نہ صرف حدوث الفتن میں بلکہ آپ کی تصنیف لطیف "رسم قرآنی اور اصول کتابت" (جو خاص اسی موضوع پر منظر عام پر آئی ہے) میں رسم قرآنی اور اصول کتابت کی مخالفت کی جو باڑھ سی آئی ہوئی ہے، یہ باعث ندامت بھی ہے اور قابل افسوس بھی۔ فتنوں کا ظہور میں جہاں تک میری نظر گئی ہے اُوْلٰٓئِكَ کہیں بھی رسم قرآنی کے مطابق نہیں ہے، حدوث الفتن میں بھی تقریباً یہی حال ہے اور "رسم قرآنی اور اصول کتابت" میں رسم قرآنی کے برخلاف کتابت دیکھ کر پہلی نظر میں تو اپنی آنکھوں پر سے ہی اعتبار اٹھتا معلوم ہوا۔ آپ خود ملاحظہ فرمالیں اِلٰی نِسـائـکُمۡ، اِلیٰ اَوۡلِيَائِكُمۡ، بِابائِنَا یہ رسم قرآنی کے خلاف ہے مصحف میں یوں ہے اِلیٰ نِسَآئِكُمۡ، اِلیٰ اَوۡلِیٓائِكُمۡ، بِاٰبَآئِنَا یہی نہیں آپ نے ایک کلیہ نقل کیا ہے: کل همزة أتت بعد ألف واتصل بها ضمير، فان كانَتۡ مَكۡسُوۡرة صُوِرت ياء اور مثالیں یہ دی ہیں: من اٰبَائهم ونِسَائهم واوليائهم واَرجائها یہاں ایک مثال بھی رسم قرآنی کے مطابق نہیں ہے۔ قرآن کریم میں یوں مرسوم ہے مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ، نِسَآئِهِمۡ، اَوۡلِيٓئِهِمۡ، اَرۡجَآئِهَا۔

رسم قرآنی اور اصول کتابت بھی آپ ہی کی تصنیف ہے اور بات اسـرَائِیل اور اِسۡـرَآءِیۡل کی کتابت کی تھی اس لیے اس مکتوب میں اسے شامل کرنا ضروری تھا، یہیں تک بس نہیں ہے اُوۡلٰـئِكَ اُوۡلٰـئكم، لئن اَخَّرتَن، لئن لم یهدنی، من شرکائهم کہیں بھی ہمزہ کی کتابت مصحف کے مطابق نہیں ہے۔ مصحف میں یوں ہے:

اُوۡلٰٓئِكَ، اُوۡلٰٓئِكُمۡ، لَئِنۡ اَخَّرۡتَنِ، لَئِنۡ لَّمۡ يَهۡدِنِیۡ، مِنۡ شُرَكَآئِهِمۡ۔

اس اصول کتابت کی کتاب میں یہ اغلاط کتابت بے توجہی اور تساہل کا نتیجہ نہیں تو کیا ہے۔ اسی کتاب میں ایک الف زائد کے اثبات کی بات کی جاتی ہے اور مثال حذف الف

سے دی جاتی ہے۔یـاَیھـاالملؤ اَفتُونی۔اِنَّ مَا جوایک جگہ قطع کے ساتھ آیا ہے یہاں توجہ اِنَّ مَـا پر مرکوز رہی تَـوْعَـدُونَ کا اعراب نظرانداز ہوگیا (ت کا)۔آپ نے رسم قرآنی اور اصول کتابت میں ہمزۂ متوسطہ کے تحت ۹ حالتوں کا ایک چارٹ بنایا ہے۔اس میں نویں حالت میں ہمزۂ مکسورہ ماقبل مضموم کی صورت رسم یوں تحریر ہے سُـئِـلَ ص ۱۵۔قرآن کریم میں یوں مرسوم ہے سُئِلَ (کما سُئِلَ مُوسٰی)

خامہ کس قصد سے اٹھا تھا کہاں جا پہنچا

بات فتنوں کا ظہور اور اس کے فاضل مصحح کے تعلق سے تھی کسی وجہ سے اس کا رخ مڑ گیا۔

آپ نے 162 صفحات میں 60% فیصد سے زائد اغلاط کتابت کے جواب میں میرے دو صفحات میں چھ اغلاط کتابت کا دعویٰ کیا ہے اور فیصد نکالنے کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دی ہے، یہ اپنی جگہ، آپ کو حیرت ہو نہ ہو میں سخت متاسف ہوں کہ مولانا عبدالمبین نعمانی نے فتنوں کا ظہور کی پروف ریڈنگ میں صرف پندرہ سطروں کے اندر اعراب وغیرہ کی نو غلطیاں کی ہیں وہ بھی سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیفات کے نام لکھنے میں، کیا آپ اس کی امید کر سکتے تھے؟ یہ ذہن میں رہے کہ 2007ء سے 2011ء تک اس کی تین بار طباعت ہو چکی ہے اور مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ کتاب درس نظامی کی کتب برائے مطالعہ میں سے ہے!

اب آپ کتاب مستطاب کا صفحہ ۲۲۸ کھولئے اور ملاحظہ کیجئے: (۵) السُّوْءُ وُالْـعِقاب عَـلیٰ الْمَسِیْحِ الْکَذَّاب (۸) رَدُّ الـرَّفَضَه (۱۰) فتـاویٰ الْحَرَمَیْن بِرَجُفِ نَدْوَةِ الْمَیْن (۱۲) الـفُیُـوْضَـاتُ الْـمَلَکِیَّة لِمُحِبِّ الدَّوْلَةِ الْمَکِیَّة (۱۳) اِکْـمَالُ الطَّامَّةُ عَـلیٰ شِـرْکٍ سُـوِّیَ بِالْاُمُوْرِ الْعَامَّة (۱۶) مُـرَوِّجُ الـنَّـجَـا لِخُرُوْجِ النِسَا۔ (۱۸) اِعْتَـقَـادُ الْاَحْـبَـابِ فِـی الْـجَمِیْلِ وَالْمُصْطَفیٰ وَالاٰلِ وَالْاَصْحَابِ (۱۹) مُنِیْرُ الْعَیْنِ فِی تَقْبِیْلِ الْاِبْهَامَیْن۔ (۲۰) حَیَاةُ الْمَوَات فِی بَیَانِ سِمَاعِ الْاَمْوَات اس کے علاوہ سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ ص ۲۰ مِلَّةً کُلُّهُمْ ص ۲۰ قَدْرِیه سکون دال سے نقل حدیث میں دو جگہ ص ۲۲ یـمْنِنَا میم کے سکون سے نقل حدیث میں ص: ۸۵ سَیْنَا فتحہ سے ص ۲۲ فَهُو ضمہ

اوسط سے ص ۲۱۴ الحَدثان فتحہ سے ص ۲۱۶، الشَّرَعيَّة، بِالشَّرَعِيَّةِ فتحہ را سے ص ۲۳۲، بحسب الاصل میں حَسْــب س کے سکون سے ص ۲۳۲، الِاتِّــفَــاقُ فتحہ تا سے ص ۲۳۳، صَـفَــات، الصَّفَـاتِ فتحہ سے دو جگہ ص ۲۳۴، الشَّـرَع، الشَّرَعِيَّةُ فتحہ را سے ص ۲۳۶، فَبِالنَّظُرِ میں نظر بالفتح (بالسکون) ص ۲۳۶، اس کے بعد سے آخر تک آپ خود ملاحظہ فرمالیں یہ صرف نظر کی چوک نہیں ہے بے خبری بھی ہے۔ ساری اغلاط کتابت کا احاطہ اب بھی نہیں کیا گیا ہے، نیز زید بن علی بن زین العابدین ص ۴۸، احمد بن سعید بن ابی سعید ص ۱۶۵، سیدنا خاتم الاکابر کا سال وفات ۱۲۹۴ھ۔ یہ فہرست بھی نا تمام ہے، توجہ دے، دلا کر درست کر، کرالیں۔

ارشاد گرامی کہ مکتوب کے پہلے صفحہ پر آپ کے بیان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وجوب رسم قرآنی کی طرح ''اہل علم کے مقررہ رموز او قاف کی پابندی بھی واجب ہے۔''

حضور والا میں نے کب کہا ہے کہ وجوب رسم قرآنی کی طرح رموز او قاف کی پابندی بھی واجب ہے؟ واجب کا لفظ تو میں نے رسم قرآنی کے تعلق سے بھی استعمال نہیں کیا ہے (گو اس کی پابندی واجب ہے) ایک فقہی اصطلاح کی نسبت میری طرف کر کے آپ کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟ پہلے یہ واضح ہو جائے کہ میری تحریر سے رموز او قاف کی پابندی کا وجوب ثابت ہو رہا ہے یا ظاہر ہو رہا ہے تو اس کے بارے میں کچھ عرض کرنے کی جرأت کروں گا۔

ابو علی جبائی اور ابو ہاشم یعنی باپ بیٹے کے درمیان صرف بارہ برس کا فرق فتنوں کا ظہور اور حدوث الفتن دونوں سے ظاہر ہے آپ نے جواباً حوالہ جات کا انبار لگا دیا اس طرح آپ نے مجھے مطمئن کرنا چاہا، لیکن گزشتہ ماہ ماہنامہ کنز الایمان دہلی کے دفتر سے مجھے آپ کا ای میل ملا اس میں آپ نے مان لیا ہے کہ ابو علی جبائی اور ابو ہاشم کے درمیان عمر کا خاصا فرق ہے یعنی گزشتہ سارے حوالے جو مجھے خاموش کرنے کے لیے تھے بالائے طاق۔

میرے معروضہ کے جواب میں آپ نے فرمایا ''واقعہ یہی ہے کہ اہل سنت کو بد مذہبوں نے ہی ''بریلوی'' کا نام دیا ہے'' اس کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے، آپ کے چند احباب تقریر و تحریر کے ذریعہ اس کی تشہیر بھی کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے مکتوب میں استصواباً عرض

کیا تھا کہ ''ہم اہل سنت کی تو فی زمانناسنی حنفی بریلوی سے ہی پہچان ہے'' دراصل میں نے یہ تینوں لفظ الجامعۃ الاشرفیۃ کے دستور اساسی مرتبہ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے نقل کیے تھے۔ اب تو مسلک اعلیٰ حضرت کا نام لینے سے بھی ہمارے بعض اپنے لوگ گریز کرنے لگے ہیں تابہ ''بریلوی'' چہ رسد

یہاں میں دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم (الجامعۃ الاشرفیۃ) کی چند دفعات بلا تبصرہ درج کررہا ہوں۔

(ا) مبادیات:

۵-ادارہ کا مسلک

ادارہ کا مسلک اس کے بانیوں (شیخ المشائخ حضرت مولانا سید شاہ ابو احمد محمد علی حسین صاحب اشرفی جیلانی کچھوچھوی قدس سرہ العزیز وصدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت) کے موافق سنی حنفی بریلوی ہوگا۔ اور سنی یا اہل سنت وجماعت ہر وہ صحیح العقیدہ مسلمان ہے جو تمام اعمال وعقائد میں سلف صالحین کا متبع ہو اور موجودہ زمانہ میں جس کی واضح نشان دہی یہ ہے کہ جو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خانصاحب بریلوی علیہ الرحمہ سے اعمال وعقائد میں بالکلیہ متفق ہو اور تمام فرق باطلہ مثلاً وہابی، دیوبندی، رافضی، غیر مقلد وغیرہ سے دور ونفور ہو اور کتاب مستطاب حسام الحرمین مصنفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو حرف بہ حرف مانتا ہو۔

۸-مقاصد

(د) مسلک امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خانصاحب بریلوی علیہ الرحمہ کی ترویج وتبلیغ کرنا و نیز بدمذہبیوں گمراہیوں سے مسلمانوں کو بچانا۔

۹-غیر متبدل اصول

(متعلقہ ضروری حصہ۔ راقم الحروف)

(ب) جملہ مدرسین وملازمین سارے عہدیداران اور تمام ممبروں کو عہدیدار اعلیٰ کے سامنے اس مضمون کا حلف لینا ہوگا کہ ''میں ہمیشہ ادارہ کے دستور کا وفادار رہوں گا اور ادارہ

کے مقاصد و دستور کے خلاف کسی قسم کی جدوجہد میں کبھی شریک نہ ہوں گا'' اور بہ استثناء غیر مسلم ملازمین سب کو یہ اقرار بھی کرنا ہوگا کہ ''میں صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہوں اور کتاب مذکور حسام الحرمین کی مکمل تائید کرتا ہوں۔''

(ج) کسی بھی صورت میں غیر متبدل اصول میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ کا حق عوام یا کسی فرد کو حاصل نہ ہوگا۔

۱۱۔مجلس شوری کے حقوق وفرائض

(الف) ادارہ کے مقاصد اور غیر متبدل اصول کے علاوہ حسب ضرورت قواعد وضوابط مرتب کرنا یا ترمیم واضافہ کرنا بشرطیکہ کورم پورا ہو۔

آپ نے میرے سیدھے سادے جملے کو ''الغاز'' قرار دیا ہے، میرے گمان کے مطابق یہ آپ کے لیے الغاز نہ تھا۔آپ نے لکھا ہے کہ ''اس سے قبل آپ نے حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی کے ہاتھوں ''فتنوں کا ظہور'' قابل غور یا قابل تصحیح مقامات کو نشان زد کر کے بھیجا تھا۔نشان زدہ مقامات کو میں نے دیکھا صرف تین جگہ تصحیح کی ضرورت معلوم ہوئی۔'' (مکتوب گرامی کی ابتدائی سطریں)۔حضرت مفتی صاحب سے ملاقات میں گفتگو کی قدرے تفصیل یہ ہے۔

۸/مارچ ۲۰۱۳ء بروز جمعہ مبارکہ تقریباً ساڑھے چار بجے مفتی صاحب کے در دولت پر مولانا ممتاز احمد اشرف القادری کے ساتھ میں حاضر ہوا، اس سے پہلے ''فتنوں کا ظہور'' کے تعلق سے مفتی صاحب سے میری بات ہو چکی تھی اور میں انھیں اپنی تشویش سے آگاہ کر چکا تھا، اِس ملاقات میں میں نے مفتی صاحب سے کہا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا سال وفات ۱۰۱ھ ہے تو آپ کا شمار دوسری صدی ہجری کی شخصیات میں ہونا چاہیے، مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو بالاتفاق پہلی صدی ہجری کا مجدد کہا گیا ہے، (غالبًا) ملک العلما مولانا ظفر الدین علیہ الرحمہ کا کوئی رسالہ ان کے پاس تھا جس کے حوالہ سے وہ اپنی بات مؤکد کر رہے تھے۔اس کے بعد مفتی صاحب نے فرمایا کہ مصنف نے (مولانا محمد احمد مصباحی نے) یہی ترتیب اپنی کتاب میں قائم کی ہے۔پھر جب دیگر صدیوں کے پیش نظر بات آگے بڑھی تو ارشاد ہوا کہ یہ ترتیب حضرت مجدد الف ثانی کے

بعد بدل گئی ہے۔ یہ جواب بھی صدی والی پوری فہرست سے میل نہ کھا سکا اور بات تشنہ رہ گئی، مفتی صاحب سے گفتگو میں یہی صدی والی فہرست کا موضوع غالب رہا، اس لیے گمان غالب ہے کہ انھوں نے اس تفصیلی گفتگو سے آپ کو آگاہ کیا ہوگا، یوں میں نے اوپر کی سطر میں عرض کیا کہ "یہ آپ کے لیے الغاز نہ تھا" اب آپ میری تشویش تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں:

میری معلومات کے مطابق صدی کے اختتام کے بعد جب داخلہ اگلی صدی میں ہوتا ہے تو شخصیات یا تعمیرات کا شمار اس اضافی سال کی وجہ سے آگے کی صدی میں ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے امام احمد رضا فاضل بریلوی (م ۱۳۴۰ھ) کا شمار چودھویں صدی میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور نظیریں بھی میرے پیش نظر تھیں اب تاخیر سے جواب حاضر کرنے میں چند اور شواہد ہاتھ آگئے اور

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد
مہلتے بائیست تا خوں شیر شد

صادق آگیا۔ چند نظیریں پیش خدمت ہیں:

(۱) المنجد فی اللغۃ والاعلام میں جن ارباب علم کی وفات ۱۸۰۰ کے بعد ہوئی خواہ چند سال ہی زائد ہوئے ان کا شمار انیسویں صدی عیسوی میں اور جن کی وفات ۱۹۰۰ کے بعد ہوئی خواہ انیس سو پر چند سال ہی زائد ہوئے ان کا شمار بیسویں صدی میں کیا گیا ہے۔

(۲) لبنان کے قلعۂ عنجر کو المنجد فی اللغۃ والاعلام میں آٹھویں صدی عیسوی کی تعمیرات میں شمار کیا گیا ہے یہ ولید بن ملک کے زمانہ کا ہے۔ ولید بن ملک کو قرن ۸ کا بتایا گیا ہے۔ ولید کی وفات ۷۱۵ء میں ہوئی۔

(۳) پروفیسر خلیق نظامی نے اورنگ زیب، عالمگیر (م ۱۷۰۷ء) کا شمار اٹھارہویں صدی عیسوی میں کیا ہے۔ (تاریخ مشائخ چشت)

(۴) مشہور محقق ابراہیم مراد نے حنین بن اسحاق کو تیسری صدی ہجری کا طبیب لکھا ہے۔ حنین بن اسحاق کی وفات ۲۶۰ھ میں ہوئی (تفسیر کتاب دیاسقوریدوس)

(۵) مولانا سید سلیمان ندوی نے ابن حائک ہمدانی (م ۳۳۵ھ) کو چوتھی صدی میں شمار کیا ہے۔ (ارض القرآن)

(۶) مولانا سید سلیمان ندوی نے ثابت بن قرہ کو تیسری صدی کے اطبا میں شمار کیا ہے۔
ثابت بن قرہ کی وفات ۲۸۹ھ میں ہوئی۔ (ارض القرآن)
ممکن ہے آپ کے پاس اس کے برخلاف نظائر ہوں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شخصیات کی خدمات کے ماہ و سال کے اعتبار سے آپ نے صدی کا تعین وضع کیا ہو لیکن سوال کسی حال میں پیچھا نہیں چھوڑتا، وہ یوں کہ سلطان اورنگ زیب کا سال وفات ۱۱۱۸ھ ہے اور شیخ محبّ اللہ بہاری کا ۱۱۱۹ھ، آپ نے عالمگیر کو گیارہویں صدی میں شمار کیا ہے اور شیخ محبّ اللہ کو بارہویں صدی میں (یہ ایک مثال ہے سوال اور بھی سر اٹھا رہے ہیں)

ارشاد گرامی ''پوری کتاب میں کسی مقام پر بھی میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ اس دور کی نامور شخصیات یا نمایاں اہل خدمات کا احاطہ موجود یا مقصود ہے'' یہ آپ نے میرے اِس معروضہ کا مبہم اور مبنی بر مصلحت جواب دیا ہے۔

معروضہ ''اشاعت حق میں نمایاں کارنامے انجام دینے والے علما میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مولانا عبدالحئ فرنگی محلی کا نام نہیں ہے۔ یہ ترک سہواً ہے یا قصداً، یا فی الواقع یہ اس قبیل کے نہیں ہیں جن کا شمار اشاعت حق میں نمایاں کام کرنے والے علما میں کیا جائے؟
یہ صحیح ہے کہ آپ نے اشاعت حق میں نمایاں کام کرنے والے علما کا احاطہ نہیں کیا ہے، نہ یہ ممکن ہے، پھر بھی بقول مومن:

یاد سہواً اسے اے غیر ہے نسیاں عمداً

یقیناً آپ کے ذہن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مولانا عبدالحئ فرنگی محلی کا نام بھولے سے سہی مگر آیا ضرور ہوگا، کیونکہ آپ نے اپنی تصنیف لطیف میں شاہ صاحب کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز کا ذکر خیر کیا ہے اور مولانا عبدالحئ فرنگی محلی کے والد گرامی مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی کا ذکر جمیل بھی کیا ہے، میں بڑی جرأت کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی کتاب میں جس کا ترجمہ ''فتنوں کا ظہور اور اہل حق کا جہاد'' ہے ایسی شخصیات کے نام بھی ہیں جن کی علمی خدمات متذکرہ بالا دونوں حضرات سے بہت کم ہیں، شاہ صاحب کی علمی خدمات عیاں راچہ بیاں، تصنیفات بھی شاہ عبدالعزیز سے زیادہ ہیں اور مولانا عبدالحئ فرنگی

محلی کی علمی شہرت مولانا عبدالحلیم سے کہیں زیادہ ہے تصنیفات بھی دو چند ہیں، اس لیے از راہ کرم غیر مبہم طور پر جواب عطا فرمائیں، آیا احاطہ مقصود نہیں تھا اس لیے ان دونوں شخصیات کا ذکر نہیں ہوا یا کوئی اور وجہ ہے؟ اسی کی صراحت فرمادیں کہ یہ دونوں شخصیات ہم چوں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی لائق استناد ہیں، احاطہ مقصود نہیں تھا اس لیے ان کا ذکر نہ ہوا۔ مقام غور ہے اگر اشرفیہ کے لائق وفائق مدرسین کا ذکر کیا جائے اور مولانا ظفرادیبی کو نظر انداز کر دیا جائے تو سوال تو سر ابھارے گا۔

ایک اور سوال سر ابھار رہا ہے اس کا تعلق ''فتنوں کا ظہور'' سے ہے، اس ترجمہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد سر سید کا ذکر ہے جیسا کہ اصل کتاب میں ہے، دونوں کی بدمذہبی کا ذکر ہے، لیکن طرز بیان اور اسلوب تحریر کے صاف صاف دو پیمانے نظر آرہے ہیں، ایک ہی کتاب میں ایک کے متصلا بعد دوسرے کا ذکر اور لب ولہجہ میں زمین آسمان کا فرق اور یہ ترجمہ بھی جناب والا کی نگرانی میں ہوا ہے اور آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ علمائے مارہرہ مطہرہ اور شیر بیشۂ سنت نے دونوں کو کافر، ملحد، زندیق اور مرتد قرار دیا ہے خود فاضل بریلوی نے سر سید کو ''خبیث مرتد'' کہا ہے (بحوالۂ الملفوظ) اور غلام احمد قادیانی کے کفر میں شک کرنے والے کو کافر کہا ہے (بحوالۂ الملفوظ) پھر اسلوب بیان کا نمایاں فرق کیوں؟ فتنوں کا ظہور کی عبارتیں ملاحظہ ہوں:

قادیانی

یہ فرقہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف منسوب ہے اور اپنے کو ''احمدیہ'' کہتا ہے (۱) مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۳۹ یا ۱۸۴۰، میں پیدا ہوا اور ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۲۶ کو لاہور میں انتقال کیا (۲) اپنے اجداد کے بعض دیہات کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے مقدمات میں مشغول رہا (۳) اس طرح اس نے مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ (۴) اس نے دعویٰ کیا کہ وہ چودھویں صدی کا مجدد ہے وغیرہ۔

فرقۂ نیچریہ

یہ فرقہ سید احمد خاں بن محمد تقی خاں (۱۲/۵/۱۲۳۲ھ تا ۴/۱۱/۱۳۱۵ھ) کی جانب

منسوب ہے(۱) سید احمد خاں ۱۷ / اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے (۲) حکومت کے مختلف مناصب پر فائز ہوئے (۳) ان کے انتقال کے بعد (۴) انھوں نے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی (۵) ان کا مذہب ''دہریہ طبیعیہ'' کے مذہب کے مطابق ہے(۶) لیکن ان کے مذہب کو عام مسلمانوں میں قبولیت کا درجہ نصیب نہ ہوا وغیرہ۔

طرز تحریر کے اس فرق بین کی اصلی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔

میں نے پوچھا تھا کہ ''اعلیٰ حضرت کے حاشیہ کا بنام المستند المعتمد عنوان قائم کیا گیا ہے اور حوض میں بیش تر مقامات پر المعتمد المستند چھپا ہوا ہے، حتی کہ علمائے حرمین کی تقریظات میں بھی المعتمد المستند ہی مرقوم ہے۔ صحیح کیا ہے۔''

آپ نے اس کا جواب بہت تفصیلی دیا ہے۔ اس کا خلاصہ جو میری سمجھ میں آیا وہ یہ ہے کہ:

(۱) آپ کو یہ تسلیم ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تحریر سے یہ ثابت شدہ ہے کہ اس حاشیہ کا نام المستند المعتمد بناء نجاة الأبد ہے(۲) حسام الحرمین کے قدیم نسخوں میں المعتمد المستند لکھا ملا (۳) علمائے حرمین کی تقریظات میں المعتمد المستند لکھا ہوا ہے، ناقل کو اصل کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ یہاں تک تو غنیمت ہے کہ تقریظات میں یا جہاں کسی کی تحریر میں المعتمد المستند ہے اسے ناقل اصل کے مطابق نقل کرے گا۔ بہ قول آپ کے ''ناقل کو اصل کی پابندی کرنی پڑتی ہے'' لیکن جہاں آپ قید و بند سے آزاد ہیں، کھلی ہوا میسر ہے، وہاں آپ کیسے پابند ہو گئے؟ اور واضح کر دوں جب آپ کو بالیقین معلوم ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس حاشیہ کا نام المستند المعتمد تجویز کیا ہے دوسری کوئی روایت المعتمد المستند کی نہیں ہے تو پھر آپ نے جہاں آزادانہ طور پر اس حاشیہ کا تعارف کرایا ہے وہاں کیوں المعتمد المستند لکھا گیا اور المستند المعتمد کو ترک کیا گیا؟

حدوث الفتن وجهاد اعيان السنن کا سرورق ملاحظہ کیجئے کتاب کے نام کے بعد یوں لکھا ہوا ہے: كتاب يبحث عن (۱) نشأة الفرق المبتدعة وعقائدها (۲) و آثار وأخبار تدل عليها وتحذر عنها (۳) وجهود علماء السنة والجماعة

فی کل عصرفی دحضها وکفاحها (۴) ویتضمن التعریف بصاحب المعتقد المنتقد وصاحب المعتمد المستند۔ اس کے علاوہ اس کتاب کے ص ۱۶۶ پر یہ عنوان قائم کیا گیا ہے ترجمۃ صاحب المعتمد المستند۔ یہ عنوان ''فتنوں کا ظہور'' میں بدل کر یوں کر دیا گیا ہے۔

سوانح حیات صاحب المستند المعتمد

پھر حدوث الفتن میں ص ۱۷۲ پر "المعتمد المستند بناء نجاۃ الأبد کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔ اسے بھی ''فتنوں کا ظہور'' میں ص ۲۳۱ پر المستند المعتمد کر دیا گیا ہے، لیکن ص ۱۵۵ پر المعتمد المستند ہے جس سے آپ کی توجیہ کی تغلیط ہوتی ہے۔ عرض مدعا یہ ہے کہ جہاں تک نقل کا سوال ہے اصل کی پابندی کیجئے، لیکن جہاں پابندی نہیں اور کتاب کا اصل نام خود مصنف کا تجویز کردہ معلوم ہے وہاں اس اصل کی پابندی کیوں نہیں کی گئی؟

تفاوت است میانِ شنیدن من و تو
تو بستنِ در و من فتحِ باب می شنوم

اب چند امور بہ غرض استفادہ پیش ہیں۔ افادہ فرمائیں

(۱) سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مصحف لکھایا تو اس کے چار نسخے بنوائے اور ہر خطے میں ایک ایک نسخہ بھیجا۔ ایک کوفہ، ایک بصرہ، ایک شام اور ایک اپنے پاس رکھا یا سات نسخے تیار کرائے۔ یہ چاروں یا ساتوں نسخے خط کوفی میں تھے یا خط عربی میں؟

(۲) یہ چاروں یا ساتوں نسخے یکساں تھے یا رسم کا کچھ فرق بھی تھا؟

(۳) اگر سب یکساں تھے تو اختلاف رسم مصاحف کہاں سے شروع ہوا اور کیوں کر شروع ہوا؟

عریضہ ڈاک کے حوالے کرنے ہی والا تھا کہ ایک مصباحی عزیز آ گئے، انھوں نے مولانا یٰسین اختر مصباحی اور جناب والا کے تعلق سے کچھ باتیں کیں ان کو میں اپنے لفظوں میں عرض کر رہا ہوں، مولانا یٰسین اختر کے بارے میں جو کچھ آں موصوف نے کہا اگرچہ اس خط سے اس کا راست تعلق نہیں ہے تاہم یہ بے ربط اور بے محل بھی نہیں ہے۔

انھوں نے کہا کہ حال ہی میں بدایوں شریف کے ایک ادارہ کے مفتی صاحب نے اپنی

کتاب میں لکھا ہے کہ مولانا یٰسین اختر مصباحی کی بعض تحریروں سے صلح کلیت کی بو آنے لگی ہے۔ آگے یوں گویا ہوئے کہ مولانا یٰسین اختر مصباحی ندوی نے اشرفیہ سے فراغت کے بعد دار العلوم ندوۃ العلما میں دو سال سے زائد عرصہ تک سبقاً سبقاً تعلیم حاصل کی، اور خود کو فخریہ ندوی لکھتے رہے۔ انھوں نے کہا کہ المیزان کے امام احمد رضا نمبر میں جو موصوف کا مضمون شائع ہوا ہے اس میں ''مصباحی'' غائب ہے، ''الندوی'' حاضر ہے۔ اس کے بعد کہا کہ سالہا سال ندویوں سے میل جول اور ربط وضبط کا یہ اثر معلوم ہوتا ہے، میں نے جواباً کہا کہ ایسا نہیں ہے، ندوہ کا اثر نہیں ہے، لیکن وہ مطمئن نہیں ہوئے۔

دوسری بات یہ کہی کہ مولانا محمد احمد مصباحی صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، اعلیٰ حضرت کو فاضل بریلوی کہے جانے پر معترض ہیں، انھوں نے ایک مطبوعہ تحریر کا حوالہ دیا جسے ایک مجلّہ میں آپ نے چھپوایا ہے۔ آپ سے ملتمس ہوں کہ آپ اس پر نظر ثانی فرمائیں۔ جس ادارہ سے ہمارا رشتہ ہے اور جس کے دستور اساسی سے وفاداری کا ہم نے حلف لیا ہے، اس میں سنی حنفی بریلوی، مسلک اعلیٰ حضرت اور فاضل بریلوی سب کچھ مذکور ہے۔ اس لیے ہمیں حضور حافظ ملت کے منہج فکر سے منحرف نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس کی تبلیغ کرنی چاہیے۔

میرے علم کے مطابق حضرت سربراہ اعلیٰ صاحب نے آپ کو یا کسی کو ادارہ کا ترجمان مقرر نہیں کیا ہے، لیکن آپ ادارہ کے صدر المدرسین ہیں، آپ کی فکری ترسیل کو عوام الناس ہی نہیں اہل نظر بھی جامعہ اشرفیہ سے جوڑ کر دیکھتے ہیں۔

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است وبس
در بندِ آں مباش کہ نشنید یا شنید

شرر مصباحی
۲۳ر ستمبر ۲۰۱۳ء

گرامی مرتبت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی دام کرمکم

سلام مسنون　　　　مزاج گرامی؟

۲۹؍ستمبر ۲۰۱۳ء کو تقریباً ساڑھے سات بجے صبح آپ کے رسالے کا زیراکس مفتی محمد معراج القادری کے ہاتھوں موصول ہوا۔ دیکھا کہ ۱۲؍صفحات پر مشتمل ہے اس لیے اس کا مطالعہ وقتِ فرصت پر ملتوی کیا۔ تین دنوں کے بعد پڑھنے کی نوبت آئی۔ جواب پر آپ نے کافی وقت اور محنت صرف کی ہے۔ یہ آپ کی عنایت کریمانہ کی نشانی ہے۔

(۱) مزید اغلاطِ کتابت کی نشان دہی پر میں آپ کا مزید شکر گزار ہوں اور اپنے سابقہ وعدے پر قائم بھی ہوں۔ میرا انشاء اللہ الرحمٰن لکھنا بالکل بجا اور برحق ہے۔ لأن امرا لایتیسر لنا الا بکرمه وعونه وتوفیقه، وكل أمر مرهون بأوقاته. والله المستعان على نوائب الزمان وموانعه.

(۲) مجھے اس پر تعجب ہے کہ جن چھ غلطیوں کی میں نے نشان دہی کی ان میں سے صرف ایک کو آپ نے سمجھا، باقی پانچ سے متعلق لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے ساڑھے تین ماہ کے بعد تعیین کا مطالبہ کر رہے ہیں جب کہ میں نے محل اور موقع صاف صاف لکھ دیا تھا۔ خیر میری خواہش یہ ہے کہ جب مبارک پور آپ کی آمد ہو فرصت نکال کر اس موضوع پر تھوڑی دیر گفتگو ہو جائے اس کے بعد یہ حساب بھی آسان ہوگا کہ کہاں رسم قرآنی کی مخالفت کا اطلاق ہو سکتا ہے اور کہاں نہیں ہو سکتا؟ اسی موقع پر آپ کی وہ عبارت بھی پیش کر دوں گا جس سے رموز اوقاف کی پابندی واجب ہونے کا دعویٰ ظاہر ہو رہا ہے اور آپ کا سابقہ خط بھی دکھا دوں گا۔

(۳) صدی کی جانب نسبت کے بارے میں میرا خیال بھی وہی ہے جسے آپ نے کثیر شواہد کے ساتھ درج کیا ہے مگر میں ''رأس مآۃ'' سے متعلق بزرگوں کی صراحت کے باعث مجددین کے بارے میں اسی ترتیب کو مانتا ہوں جو امام سیوطی اور بعد کے بزرگوں نے ذکر کی ہے۔ پھر بھی کچھ اشکال رہ جاتا ہے جس کا حل میرے ساتھ آپ پر بھی عائد ہوتا ہے۔

(۴) میں اب بھی اس رائے پر قائم ہوں کہ ''بریلوی'' غیروں کا دیا ہوا لقب ہے۔

اشرفیہ کا دستور اساسی ۱۹۷۱ء کے قریب مرتب ہوا ہے اس سے قبل تقریباً پچاس سال کے عرصے میں مخالفین اپنا کام کر چکے تھے جس کے باعث برائے امتیاز سنی حنفی کے ساتھ بریلوی کا اضافہ برمحل اور مناسب ہے۔ آپ کی روایت کے بموجب دستور کی ترتیب استاذنا العلام حضرت مولانا عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ اوران کے رفقاے کار کا عمل ہے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے بقلم خود نہ اسے لکھا نہ بچشم خود اس کا مطالعہ کیا جیسا کہ آپ کا بیان ہے۔

(۵) جہاں ضرورتِ امتیاز داعی ہو ''بریلوی'' کا استعمال میں بھی روا رکھتا ہوں مگر جہاں اس لفظ سے فرقۃ جدیدۃ شاذۃ مبتدعۃ وغیرہ کا چرچا عام ہو ایسی جگہ دوسرے لفظ یا دوسرے طریقے سے اہل سنت کا تعارف ضروری سمجھتا ہوں۔

(۶) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ قدیم مسلک اہل سنت پر قائم اور اس کے عظیم داعی وناشر تھے اور اپنے دور کے نئے فتنوں کی سرکوبی میں بے مثال مجاہد صف در وصف شکن۔ انہی نئے فتنوں سے امتیاز کے لیے بزرگوں میں ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی اصطلاح کا رواج ہوا جو آج اور زیادہ وسعت کے ساتھ برقرار ہے اور تقریباً سبھی حلقوں میں اس کا استعمال جاری ہے۔ ہاں مجھے یاد آتا ہے کہ بیس بائیس سال پہلے کچھوچھا شریف کے حلقے سے بعض افراد کی کچھ تقریریں اور تحریریں منظر عام پر آئی تھیں جن میں اس اصطلاح سے اختلاف کا اظہار تھا۔ کچھ اور بھی ہوں گے جنھیں اس سے اختلاف ہو۔ نہ معلوم ان لوگوں کی رائے اب بھی وہی ہے یا بدل چکی ہے۔ یہ بھی تحقیق نہیں کہ یہ اختلاف صرف چند افراد تک محدود تھا یا اکثر اس میں شریک تھے؟

بہر حال اُس دور میں اپنے فہم ناقص کی حد تک میں نے اسے صرف اصطلاح سے اختلاف سمجھا۔ یہ کسی گوشے سے سمجھ میں نہ آیا کہ یہ لوگ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عقائد یا معمولات اہل سنت کے مخالف ہیں، اس لیے جن لوگوں نے اول الذکر افراد کو تضلیل وتکفیر کی حد تک پہنچایا میں ان کی ناروا جسارت سے سخت بیزار رہا اور آج بھی ہوں۔

میں ہرگز اس کا قائل نہیں کہ جو شخص اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا معتقد اور ان کے عقائد ومعمولات پر قائم رہتے ہوئے صرف اِس اصطلاح اور تعبیر سے اختلاف کرے وہ اہل سنت

سے خارج یا اسلام سے باہر ہے۔ جو متشددین ایسے فرد کی تفضیل و تکفیر کا ذہن رکھتے ہیں انھیں اپنی روش پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ ھداھم اللہ الھادی۔

(۷) یہاں بھی میری ایک رائے ہے، وہ یہ کہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' سے تعارف وہیں کارآمد اور مفید ہے جہاں اعلیٰ حضرت کی ذات، ان کے نظریات، ان کی خدمات، ان کی تصانیف اور قدیم مسلک حق پر ان کی استقامت سے لوگ کم از کم اجمالاً آشنا ہوں ورنہ امتیاز کے بجائے اشتباہ ہوسکتا ہے خصوصاً جہاں البریلویہ اور اس سے ماخوذ مضامین و کتب نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو ایک فرقۂ جدیدہ شاذّہ کے بانی کی حیثیت سے روشناس کرا رکھا ہو وہاں بلا تفصیل صرف لفظ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا استعمال بجائے مفید ہونے کے مضر ہوسکتا ہے۔

(۸) ابوعلی اور ابوہاشم کے بارے میں دونوں عریضوں میں احقر نے کیا لکھا ہے اُسے دوبارہ دیکھ لیں، از سرنو اعادہ وایضاح کی حاجت نہیں۔

(۹) کچھ اور باتیں جو آپ نے فرصت زیادہ پانے کی وجہ سے لکھ ڈالی ہیں میں ان کے جواب کی بھی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اور اگر آپ یہ خیال فرمائیں کہ محمد احمد میرے سوالات کے جوابات سے عاجز ہے اور جگہ جگہ اس کا تذکرہ بھی کریں تو میں آپ کے اس افتخار و سرور سے بھی شاکی نہیں۔ مجھ سے بزرگ کو مجھ سے زیادہ علم و فن حاصل ہے اور بلاشبہ حاصل ہے تو اس سے میری شان کہاں گھٹی؟ کل بھی میں چھوٹا تھا اور آج بھی ہوں۔ ۱۲ کے جواب میں ۲۴ لکھ ڈالوں تب بھی وہی رہوں گا جو آج ہوں۔

ہاں آپ کا رسالہ فرصت ملنے پر پھر پڑھوں گا اور آپ کی جو رائیں اور نصیحتیں میرے لیے کارآمد اور مفید ہوں گی ان پر عمل کی کوشش کروں گا۔

والسلام مع الاکرام

محمد احمد مصباحی

۲۵ ر ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ / ۲ ر اکتوبر ۲۰۱۳ء۔ چہار شنبہ

المجمع الاسلامی ملت نگر۔ مبارک پور

خیر الأذکیا مولانا محمد احمد مصباحی بالقابہ

تسلیمات وخیر!

مرسلہ مکتوب کی کاپی رضوی کتاب گھر دہلی کے کمپیوٹر سنٹر سے مولانا محمد ظفر الدین برکاتی کے ذریعہ ۲؍اکتوبر ۲۰۱۳ء کو موصول ہوئی۔ اس تعلق سے یہ میری آخری تحریر ہے جناب والا سے اس کا جواب مطلوب نہیں ہے۔ میرا یہ مکتوب بھی حسب سابق تاخیر سے پہنچ رہا ہے۔

عرض حال سے پہلے چند باتیں تمہیداً گوش گزار کرنا چاہتا ہوں، پہلی بات تو وہی ہے جس کا ذکر پچھلے خط میں کر چکا ہوں تاہم اس کا اعادہ ضروری سمجھتا ہوں تاکہ ''التفات دونا'' ہو جائے، وہ یہ کہ آپ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسند تدریس پر فائز ہیں جن کی پوری زندگی صدق و دیانت سے عبارت ہے۔ دوسری بات یہ کہ جناب والا نے علامہ شمس الدین ذہبی کی معروف کتاب تذکرۃ الحفاظ میں پڑھا ہوگا کہ ''آل سلجوق کے بلند پایہ وزیر نظام الملك طوسی نے جو نظامیہ مدرسہ بغداد میں قائم کیا تھا اس میں شیخ ابو اسحٰق اور حجۃ الاسلام امام غزالی جیسے اکابر مسند تدریس پر فائز رہے تھے۔ فخر الاسلام شافعی جب اس کے مدرس مقرر ہوئے تو پہلے روز مسند تدریس پر متمکن ہونے کے بعد ان اکابر کا خیال آیا جو اس مسند کی عزت بڑھا چکے تھے اس تصور نے ان کے پاکیزہ قلب پر ایک کیفیت طاری کر دی، عمامہ اپنی آنکھوں پر رکھ کر روتے رہے اور یہ شعر پڑھتے رہے:

خلت الدیار فسدت غیر مسود

ومن العناء تفردی بالسودد

تیسری بات یہ کہ اسی تذکرہ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ ''ایک دن ایام طالب علمی میں امام دار قطنی، ابن انباری کے درس میں شریک ہوئے۔ دورانِ املا، ابن انباری نے ایک نام لینے میں غلطی کی، دار قطنی کو اتنی جسارت نہیں ہوئی کہ ابن انباری کو متنبہ کرتے مگر ان کے مستملی کو وہ غلطی جتا دی، جب دوسرے روز دار قطنی مجلس درس میں گئے تو ابن انباری نے بالاعلان فرمایا کہ ہم نے اس روز فلاں نام میں غلطی کی تھی اس نوجوان نے ہم کو آگاہ کر دیا۔''

یہ دونوں واقعات مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے اپنے ایک مقالہ میں نقل کیے

ہیں۔ یہ مقالہ ندوۃ العلما کے اجلاس چہارم منعقدہ میرٹھ میں پڑھا گیا تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہمارے اکابر کا ناظم ندوہ سے اختلاف ہو چکا تھا۔ مجھے صدر یار جنگ کے بارے میں زیادہ علم نہیں ہے آپ کی کتاب مستطاب ''رسم قرآنی اور اصول کتابت'' سے علم ہوا کہ وہ ہمارے اکابر کے مسلک و موقف پر کاربند تھے۔ "فجزاهم الله خير الجزاء" (رسم قرآنی ص ٦) سے یہ مستفاد ہے۔ صدر یار جنگ کا یہ مقالہ اہتمام کے ساتھ غیر مقلدین کے دارالاشاعت ''کتب خانہ نذیریہ''، مسلم منزل کھاری باؤلی، دہلی سے شائع ہوا ہے جو اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ صلح کلیت جس رواداری کے بطن سے پیدا ہوتی ہے اس کا میل موصل ندوہ کے اجلاس چہارم میں شریک صدر یار جنگ کے اس مقالہ کی فکری ترسیل میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اب جناب والا سے جواب کا طالب اس لیے نہیں ہوں کہ ''فتنوں کا ظہور'' نامی ''حدوث الفتن'' کے ترجمے جو آپ کی نگرانی میں ہوئے، ضروری اصلاحات سے بھی آپ نے نوازا (ظہور الفتن ص ۷) ان میں دو برابر کے مرتدین مرزا غلام احمد قادیانی اور سر سید احمد خاں کے لیے اسلوب تحریر اور اظہار بیان کے جو دو پیمانے مقرر کیے گئے اس پر احقر کی تشویش باقی رہی، آپ نے سنی ان سنی کر دی اور اپنی پُر معنی اور پُر مصلحت خاموشی کی تفسیر کے لیے ہمیں آزاد کر دیا پھر آگے آپ سے کیا توقع۔ تکرار قافیہ سے شائگان جلی کا عیب کیوں پیدا کیا جائے۔

جواب کی حاجت اس لیے نہیں کہ جناب والا نے جس ایک غلط الکتابۃ کی واضح نشان دہی فرمائی تھی یعنی "ئیــل" کی، اس کا کشادہ قلبی سے اعتراف کیا گیا پھر ساڑھے تین ماہ کے بعد اگر مطالبہ کیا گیا کہ حضور والا مبینہ اغلاط کتابت کی مزید وضاحت فرما دیں تو اس کے صاف معنی یہ ہوئے کہ اس بندۂ آثم کی اس کے موقع و محل تک رسائی نہیں ہو سکی، کلمات و اعراب کے ساتھ واضح نشان دہی میں کیا مانع تھا؟ یونہی ''رموز اوقاف کی پابندی کا واجب ظاہر ہونا اور کہاں کہاں رسم قرآنی کی مخالفت کا اطلاق ہو سکتا ہے'' اسے ملاقات اور گفتگو پر رکھ چھوڑا گیا ہے، تحریری جواب میں تردد کی کیا وجہ ہے۔ قرآن کریم میں من اٰبَآىِٕهِمْ، نِسَآىِٕهِمْ، اَرْجَآىِٕهَا، اَوْلِيٰٓىِٕهِمْ، اُولٰٓىِٕكَ، مِنْ شُرَكَآىِٕهِمْ۔ ہے، آپ نے اس کے برخلاف لکھا ہے، اس کا ملاقات اور گفتگو سے کیا تعلق ہے۔ اگر رسم قرآنی وہ بھی

ہے جو فتنوں کا ظہور، حدوث الفتن اور رسم قرآنی نامی کتاب میں مکتوب ہے، یعنی مِــن اٰبَ ائِهِم، نِسَائِهِم، اَرُجَائِهَا وغیرہ لکھا جانا صحیح ہے تو اس کو معرض تحریر میں لانے سے کیا مانع ہے۔

آپ نے ’’رسم قرآنی اور اصول کتابت‘‘ میں جتنی کتابوں کے نام لکھے ہیں ان میں سے بیشتر کا تو میں نے نام بھی نہیں سنا تھا نہ اس کی ضرورت واقع ہوئی، اب بھی ضرورت نہیں ہے، میں نے آپ کی کتاب رسم قرآنی پڑھی جس میں لکھا تھا کہ مصحف امام کی مخالفت حرام ہے، پھر تینوں کتابوں (حدوث الفتن ،فتنوں کا ظہور، اور رسم قرآنی اور اصول کتابت) کی کتابت کی مطابقت کنز الایمان فی ترجمة القرآن کے مرسومات سے کی، جہاں اختلاف نظر آیا اس کو نوٹ کرلیا اور آپ کے سامنے اپنی تشویش ظاہر کردی۔ اگر منطقی استدلالات وامکانات یا اور ذرائع سے آپ مجھے قائل کرنے کے لیے گفتگو کا سہارا لینا چاہتے ہیں تو ایسا کیا تھا جو تحریر کے ذریعہ ظاہر نہیں کیا جاسکتا تھا۔

رسم قرآنی میں ص ۱۶ پر ایک قاعدۂ کلیہ یوں مرقوم ہے:

(۲) اگر ہمزہ کا ماقبل ساکن ہو، خواہ حرف صحیح ہو یا حرف مدولین، تو ہمزہ محذوف الرسم ہوگا جیسے

(۱) الخَبءُ، بَینَ المَرءِ ،دِفءٌ، مِلءُ الاَرضِ ،جُزءٌ

(۲) شَیءٌ، سَوءٌ ،المُسِیءُ، بَرِیءٌ، قُرُوءٌ، سُوءٌ

مجھے نہیں معلوم کہ تحریراً سوال ہوتا تو آپ کیا جواب دیتے، لیکن دوران گفتگو جو جواب عطا ہوتا اس سے اس کتاب کے قارئین کو کیا فائدہ ہوتا۔ واضح ہو کہ یہ کتاب ۲۰۱۱ء میں چھپی ہے۔ مجلس برکات مبارک پور سے احقر نے ۲۱ را کتوبر ۲۰۱۳ء کو بدست مولانا کاظم علی منیجر مجلس برکات دہلی حاصل کی۔

اب جناب والا کے جواب سے کوئی حاصل نہیں، بات کو خواہ مخواہ طول دینا ہوگا، میرے حوالے سے ایک غیر معمولی بات اچھالی گئی ہے، اپنے مقصد کے حصول کے لیے میرے جملوں کا حقیقی مفہوم بدل دیا گیا ہے۔ مجھ سے منسوب جناب والا کی عبارت یہ ہے ’’آپ کی

روایت کے بموجب دستور کی ترتیب استاذنا العلام حضرت مولانا عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ اوران کے رفقائے کار کا عمل ہے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے بقلم خود نہ اسے لکھا نہ بچشم خوداس کا مطالعہ کیا، جیسا کہ آپ کا بیان ہے۔'' (مکتوب محررہ ۲؍اکتوبر ۲۰۱۳ء)۔ یہ جملے پڑھ کر میرا کسی قدر جذباتی ہوجانا فطری ہے، کیوں کہ اس کا تعلق ۱۹۷۱ء کے بحرانی دور سے ہےاوران جملوں سے جناب والا جو پیغام دینا چاہتے ہیں وہ میرے لیے تکلیف دہ بھی ہے۔ یادفرمائیں یہ ارشادگرامی اس تناظر میں ہے کہ میں نے ''بریلوی'' اور ''فاضل بریلوی'' کے استعمال کوحق بجانب قرار دینے کے لیے اشرفیہ کے دستور مرتبہ حافظ ملت کا حوالہ دیا تھا اور متعلقہ دفعات نقل کی تھیں، مجھ سے منسوب جملوں کی روشنی میں جناب والا کے جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ حافظ ملت نے دستور کو پڑھا ہی نہیں، اس لیے ''بریلوی'' اور ''فاضل بریلوی'' جیسے الفاظ رہ گئے، اگر بروقت یعنی دستخط کرتے وقت دستور کو پڑھ لیتے توان مسلط کردہ نسبتوں والے کلمات فوراً قلم زد کردیتے۔ تھوڑی دیر کے لیے ذہن کو یک سو کر کے سوچیے کہ جب ۱۹۷۱ء میں دستور چھپ کرآ گیا کیا تب بھی حضرت حافظ ملت نے اس کو نہیں پڑھا؟ اور کیا ۱۹۷۶ء تک کبھی دستوراساسی حضرت کے مطالعہ میں نہیں آیا؟ میرے تحریر کردہ جملے جو جام نور میں شائع ہوئے ہیں ان کو پڑھنے سے پہلے آپ دستور کی ترتیب کا پس منظر بھی جانتے تھے پھر یادتازہ کر لیجیے۔

۱۹۷۱ء میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم ایک عظیم بحران سے دوچار تھا، جماعت میں خلفشار تھا، اہل قصبہ کو حافظ ملت کی مفارقت گوارا نہ تھی، قصہ مختصر ایک وقت آیا جب قصبہ اور ملحقہ چند مواضع کے افراد ملت کی جنرل میٹنگ ہوئی اور حضور حافظ ملت کوادارہ کے تعلیمی، تنظیمی اور مالی سارے شعبوں کا اختیار کلی دینے کے لیے قرارداد منظور کی گئی، دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کی مقتدرۂ اعلی یعنی سربراہ ساز جنرل باڈی کی یہ میٹنگ ۳۰؍مئی ۱۹۷۱ء کو منعقد ہوئی اور دستور اساسی کی تکمیل ۲۳؍جون ۱۹۷۱ء کو ہوئی، یعنی دستور سازی کا کام صرف تین ہفتوں میں ہوا، حالات اب بھی کشیدہ تھے، ''اشرفیہ کی پکار'' نامی کتابچہ نے ماحول کو اور گرم کر رکھا تھا، ایسے حالات میں حافظ ملت نے سب سے پہلے دستور

سازی کی طرف توجہ فرمائی اور مجلس منتظمہ کی تشکیل کردی، جو لوگ ان روح فرسا حالات سے واقف ہیں وہ حافظ ملت کی دور اندیشی کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے، حافظ ملت نے اپنے دست راست حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف (علیہ الرحمہ) کو دستور سازی پر مامور کیا، حافظ جی علیہ الرحمہ نے اس غیر معمولی کام کو انجام دینے کے لیے چند چیدہ افراد کا تعاون حاصل کیا، حافظ ملت مبارک پور میں اپنی قیام گاہ پر مستقل قیام پذیر رہے، حافظ جی بھی ایک دن کے لیے کہیں باہر نہیں گئے کیا عقل سلیم یہ نہیں کہتی کہ دستور کی ترتیب کے دوران حافظ جی علیہ الرحمہ مستقل طور پر حافظ ملت کے رابطے میں رہے ہوں گے؟ اور جن دفعات پر حافظ جی اپنے معاونین سے گفت وشنید کے بعد مطمئن ہو جاتے رہے ہوں گے ان سے حافظ ملت کو باخبر کرتے رہے ہوں گے؟ اور حسب ضرورت خود حافظ ملت سے ہدایت بھی حاصل کرتے رہے ہوں گے؟ اب دستور مکمل ہو گیا۔ (جس میں دو دفعات کا اضافہ میرے مشورہ سے ہوا) یہاں سے جام نور میں چھپی ہوئی میری تحریر بغور ملاحظہ فرمایئے:

”۱۹۷۱ء میں دارالعلوم اشرفیہ کی جنرل میٹنگ میں حافظ ملت کو تعلیمی، تنظیمی اور مالی جملہ شعبوں کا اختیار کلی دے دیا گیا تو آپ نے سب سے پہلے دارالعلوم کا دستور مرتب فرمایا۔ آپ نے دستور سازی کا کام اپنے دست راست حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف علیہ الرحمہ المعروف بہ ”حافظ جی“ کو سپرد کر دیا۔ حافظ جی نے اس کام کے لیے کن حضرات کا تعاون حاصل کیا اس کا مجھے قطعی علم نہیں ہے۔ گمان غالب ہے کہ اس میں حضرت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ ضرور حافظ جی کے شریک کار رہے ہوں گے، کیوں کہ رئیس القلم ”حافظین“ کے معتمد بھی تھے اور یہ کام ان کے فکر و مزاج سے ہم آہنگ بھی تھا۔ قاری محمد یحییٰ صاحب علیہ الرحمہ ۱۹۶۲ء سے مجلس منتظمہ کے ناظم اعلیٰ تھے انتظامی امور میں ماہر تھے ان کا تعاون بھی حاصل رہا ہوگا۔ غالباً جون ۱۹۷۱ء میں دستور سازی کا کام مکمل ہو گیا۔“

”کچھ دنوں کے بعد حافظ ملت نے مجلس انتظامیہ کے لیے نامزد افراد حافظ جی (علیہ الرحمہ)، قاری محمد یحییٰ (علیہ الرحمہ)، مولانا محمد شفیع (علیہ الرحمہ)، مولانا عبدالمنان صاحب، حاجی عبدالستار صاحب، محمد سراج گرہست صاحب، حاجی محمد حسین صاحب، محمد ابراہیم

صاحب، محمد نظام الدین صاحب اور راقم الحروف فضل الرحمٰن مصباحی کو انجمن اہل سنت واشرفی دار المطالعہ کے آفس میں بلایا۔ حافظ جی نے مسودۂ دستور سامنے رکھا، حافظ ملت نے حافظ جی سے فرمایا آپ نے دیکھ لیا ہے؟ حافظ جی نے ہاں میں جواب دیا، اس کے بعد ہم دس افراد نے مسودۂ دستور کے ہر ہر صفحہ پر دستخط کیے اور آخر میں حافظ ملت نے دستخط کیے“

”حافظ ملت نے جو حافظ جی سے فرمایا تھا کہ آپ نے دیکھ لیا ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے مسودہ کے سارے مندرجات پر اچھی طرح غور وخوض کر لیا ہے؟ کسی طرح کا کوئی نقص تو نہیں رہ گیا ہے۔“ (جام نور شمارہ فروری ۲۰۱۱ء)

میری اس مطبوعہ تحریر پر دستور اساسی کی ترتیب کے پس منظر میں غور کیجئے، کیا اس سے یہی مستفاد ہے کہ ”حافظ ملت علیہ الرحمہ نے بقلم خود نہ اسے لکھا نہ بچشم خود اس کا مطالعہ کیا“؟ حافظ ملت نے حافظ جی سے دستور کے نقص وکمی کی بات نہیں پوچھی تھی بلکہ اس کے مندرجات کے بارے میں پوچھا تھا، صاف ظاہر ہے کہ دستور کی جملہ دفعات سے آپ باخبر تھے۔

جناب والا یہاں ایک نکتہ کی طرف آپ کی بھرپور توجہ چاہوں گا۔ وہ یہ کہ آپ صدر المدرسین ہیں، پہلے سے حالات بہت بدل چکے ہیں، دستور اساسی آپ کے پاس ضرور ہوگا اور امعانِ نظر سے اس کا مطالعہ بھی کیا ہوگا، آپ نے حافظ ملت کے قلم سے یہ بھی لکھا ہوا پڑھا ہوگا کہ:

”ابتدا سے ہی دار العلوم کا کوئی دستور نہیں تھا۔ میں نے مناسب سمجھا کہ سب سے پہلے اس کا دستور مرتب کیا جائے چنانچہ اس قرارداد کی روشنی میں یہ دستور مرتب کر دیا اور ایک کمیٹی منتخب کر دی۔“ (دستور اساسی، ص:۱)

جناب والا، اگر آپ کی نظر میں میری تحریر میں ابہام تھا، یا آپ میری محررہ عبارت کے معنی یہی سمجھے کہ حافظ ملت نے بقلم خود نہ اسے لکھا نہ بچشم خود اس کا مطالعہ کیا تو آپ پر لازم تھا کہ میری تحریر کی تغلیط کرتے، لیکن حافظ ملت کی تحریر کو نظر انداز کرتے ہوئے آپ نے میری تحریر پر اعتماد کیا، کیوں کہ آپ کو یہ ثابت کرنا تھا کہ حافظ ملت نے بغیر پڑھے دستور پر دستخط کر دیئے، پڑھتے تو غیروں کا مسلط کردہ؟ ”بریلوی“ اور ”فاضل بریلوی“ قلم زد کر دیتے۔ یہ

ظلم نہیں ہونا چاہیے، ''بریلوی'' کے ساتھ ''فاضل بریلوی'' کا ذکر میرے خط میں تھا اور دونوں میں ''نسبت'' ہی آپ کے نشانے پر تھی، اس لیے ''فاضل بریلوی'' کو ''بریلوی'' کے ساتھ جوڑا گیا ہے، یہ دفع دخل مقدر ہے۔

جواب کا مطالبہ اس لیے نہیں ہے کہ ابوعلی جبائی اور ابو ہاشم یعنی باپ بیٹے کے درمیان بارہ برس کے فرق کے بارے میں جو اشارہ کیا گیا تو جناب والا نے بارہ برس کے فرق کی صحت ثابت کرنے کے لیے حوالہ جات کی بھرمار کردی، یہ سب کچھ مجھے مرعوب کرنے کے لیے تھا، لیکن میں المقریزی، وفیات الاعیان، البدایہ والنہایہ، اللباب، مفتاح السعادۃ، میزان الاعتدال جیسے حوالہ جات پر بھی مطمئن نہیں ہوا۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے ذہن کو بھی یہ سوال کچوکے مار رہا تھا اور اندیشہ تھا کہ میں اب کسی تاخیر کے بغیر جواب حاضر نہ کردوں ناگہاں رضوی کتاب گھر کمپیوٹر سنٹر سے اِی میل کے ذریعہ ۱۷رجون کو بتایا گیا کہ باپ بیٹے کے درمیان ۴۲ رسال کا فرق ہے یعنی اب سارے پچھلے حوالہ جات پادر ہوا۔ ایک خطیب بغدادی کی تحقیق نے سب پر پانی پھیر دیا۔

اب آپ کے جواب سے کیا حاصل۔ المستند المعتمد کے بارے میں سوال ہوا تو یہاں بھی یہ کہہ کر مجھے خاموش کرنے کی کوشش کی گئی کہ ''ناقل کو اصل کی پابندی کرنی پڑتی ہے، حسام الحرمین کی عبارتوں میں چوں کہ المعتمد المستند ہی لکھا تھا اس لیے وہی نقل ہوا اور اصل کتاب میں المستند المعتمد لکھا تھا اس لیے وہ نقل ہوا۔'' (مکتوب ۷رجون ۲۰۱۳ء)

لیکن جب عرض کیا گیا کہ جہاں آپ کھلی ہوا میں ہر قید و بند سے آزاد تھے وہاں کیسے پابند ہوگئے (عریضہ کا مفہوم) تو یہ سوال غیر ضروری ہوگیا، جناب والا کسی پابندی کے بغیر آپ نے جگہ جگہ نہ صرف حوض میں المعتمد المستند لکھا ہے بلکہ عنوان تک المعتمد المستند قائم کیا ہے جب کہ یہ اقرار ہے کہ مصنف علام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تجویز کیا ہوا نام المستند المعتمد ہے۔

یہ المستند المعتمد حاشیہ ہے یا تعلیقات ہیں یا شرح ہے یا اس پر ہر ایک کا اطلاق ہوسکتا ہے، المجمع الاسلامی کے نسخہ کے ٹائٹل پیج پر یوں مرقوم ہے'' مع شرحہ

المسمى بالاسم التاریخی۔المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد، اور فتنوں کا ظہور صفحہ ۲۳۱ پر لکھا ہے:

''آپ نے المعتقد المنتقد پر حاشیہ لکھا''۔حضرت مؤلف کے دیباچہ کا ترجمہ بھی حاشیہ ہی ظاہر کرتا ہے، عربی عبارت کا ترجمہ آپ کی نگرانی میں یہ ہوا ہے۔

''وصی احمد محدث سورتی نے مشورہ دیا کہ یہ یہ ہونا چاہیے، اس کے بعد میں نے لکھا تو یہ حاشیہ موجودہ شکل میں تیار ہوگیا۔فتنوں کا ظہور، صفحہ ۲۳۱

جواب کا مطالبہ اس لیے عبث ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مولانا عبدالحئ فرنگی محلی کے بارے میں جو استفسار تھا کہ ''اشاعت حق میں نمایاں کام کرنے والے علما میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مولانا عبدالحئ فرنگی محلی کا نام نہیں ہے۔ یہ ترک سہواً ہے یا قصداً'' (عریضہ مرسلہ یکم جون ۲۰۱۳ء)

یہ معروضہ ہرگز نظر انداز کیے جانے کے قابل نہ تھا، دو میں سے ایک راستہ اختیار کرنا لازم تھا، یہ جواب کہ ''پوری کتاب میں کسی مقام پر بھی میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ اس میں ہر دور کی نامور شخصیات یا نمایاں اہل خدمات کا احاطہ موجود یا مقصود ہے۔'' (مکتوب ۷/جون ۲۰۱۳ء) ہرگز اطمینان بخش نہیں ہے، اگر صرف اس لیے ان دونوں شخصیات کا ذکر نہیں ہوا کہ احاطہ مقصود نہیں تھا تو یہ بتانے میں کیا امر مانع تھا کہ احاطہ مقصود نہیں تھا اس لیے ترک ہوا، ویسے یہ دونوں بزرگ ہمارے لیے ویسے ہی لائق احترام ہیں جیسے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شیخ عبدالحلیم فرنگی محلی اور اگر اس کے پیچھے کچھ عوامل تھے تو ان کی صراحت میں کیا قباحت تھی، تاکہ ہم اندھیرے میں نہ رہتے۔ پہلے خط کے جواب میں اندھیرا برقرار رہا، دوسرے گرامی نامہ میں خاموشی نے اندھیرا اور گہرا کردیا۔

جناب والا نے یہ لکھ کر کہ ''اس میں ہر دور کی نامور شخصیات کا احاطہ موجود یا مقصود نہیں ہے'' اپنے طور پر بہت سے الزامات سے بچنے کی کوشش کی ہے لیکن اہل نظر پر مخفی نہیں کہ یہ ایک منصوبہ بند پلان کا حصہ ہے میرے اس خیال کی تصدیق کئی جہتوں سے ہو رہی ہے، کچھ تو وہی جس کا ذکر عریضہ مجریہ ۲۳/ستمبر میں کیا جاچکا ہے۔ اس سے اہم اور کان کھڑے کرنے

والی بات یہ ہے جس کی روشنی میں یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ آپ کا ایک ایجنڈا ہے جو آپ جامعہ کے عزیز طلبہ پر مسلط کررہے ہیں وہ یوں کہ حدوث الفتن جو کہ جامعہ اشرفیہ کے نصاب تعلیم میں شامل ہے اس کے طبقہ سوم میں محض چند ہی ایسی شخصیات کا ذکر ہے جن کو سیدنا سید احمد اشرف، سیدنا محدث اعظم ہند، سیدنا مختار اشرف سرکار کلاں کے قد کا شمار کیا جاسکتا ہے، باقی ہر ایک سے یہ شخصیات فزوں تر ہیں علیہم الرحمہ والرضوان اور شیخ المشائخ سرکار اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی تو شان ہی نرالی ہے، جامعہ اشرفیہ کے بانی کی حیثیت اس پر مستزاد جس میں آپ بہ حیثیت صدر المدرسین اپنا ایجنڈا لاگو کررہے ہیں۔ حافظ ملت نے اشرفیہ کے دستور میں ادارہ کے بانیوں میں سید السادات حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام اپنے مشفق استاذ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام پر مقدم رکھا ہے پھر حضور اشرفی میاں کے برادر کلاں جو آپ کے پیر طریقت بھی ہیں جن کے ۴۲ جلدوں میں روزنامچے جامع اشرف میں محفوظ ہیں، یہ سب کی سب اشاعت حق میں نمایاں کام کرنے والوں میں بھی نمایاں شخصیات ہیں۔آپ نے ان پیشوایانِ ملت میں سے کسی کو حدوث الفتن میں جگہ نہیں دی، کیا یہ عذر قابل قبول ہے کہ اس کتاب میں کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا ہے کہ اس میں ہر دور کی نامور شخصیات یا اہل خدمات کا احاطہ موجود یا مقصود ہے؟ کبھی اطمینان ہو تو اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیے گا کہ کچھوچھہ شریف کا یہ مقدس گروہ کل کا کل کیسے نظر انداز ہوگیا۔یہی نہیں بلکہ جناب والا نے جہاں ہندوستان کے بڑے مدارس کی فہرست پیش کی ہے (ملاحظہ ہو حدوث الفتن ص ۱۴۶، ۱۴۷ و فتنوں کا ظہور، ص: ۲۰۰، ۲۰۱) اس میں دار العلوم تدریس الاسلام اور دار العلوم تنویر الاسلام کا نام تو ہے اگر نہیں ہے تو جامع اشرف کچھوچھہ شریف کا جہاں تقریباً چار دہائی سے دورۂ حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔راقم الحروف نے ۱۹/۱ اکتوبر کو جامع اشرف کے ناظم صاحب سے ادارہ کی تفصیلات معلوم کیں تو فون پر بتایا گیا کہ دورہ کی تعلیم تو شروع سے ہی دی جاتی ہے، دس برس سے تخصص فی الفقہ کی تعلیم بھی جاری ہے ، بیرونی طلبہ کی تعداد ۳۵۰ ہے جن کی رہائش اور خورد و نوش وغیرہ کا معقول انتظام ہے اور لائبریری اتنی عظیم الشان جس کی نظیر ہندوستان بھر میں اپنی جماعت کی لائبریریوں میں نہیں

ہے۔ پھر مورخہ ۲۶ر اکتوبر ۲۰۱۳ء کو اسلامی تعلیمی بورڈ آف انڈیا ٹیا محل دہلی، میں ایک عالم دین سے ملاقات ہوگئی، اثناء گفتگو معلوم ہوا کہ یہ جامع اشرف کے فارغ التحصیل ہیں۔ میں نے اُن سے بھی وہی باتیں پوچھیں جو ۱۹ر اکتوبر کو ناظم صاحب سے پوچھ چکا تھا، یہاں بھی وہی جواب ملا بلکہ اتنا اور افادہ کیا کہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے شیخ الحدیث مولانا عبد الشکور صاحب حدیث اور دیگر فنون کی کتب کا امتحان لینے جامع اشرف میں کم سے کم دس بار آچکے ہیں۔ یہ تھے مولانا مکرم علی ساکن کشن گنج بہار جن کا سنہ فراغت ۲۰۰۶ء ہے۔ کیا اب بھی نہ سمجھا جائے کہ حدوث الفتن ایک پیغام ہے، ایک ایجنڈا ہے جس کے ذریعہ اشرفیہ کے طلبہ کو ایسی تعلیم دی جارہی ہے جو حضور حافظ ملت کے منہج فکر سے دور کا بھی تعلق نہیں رکھتی؟ کچھ اور سن لیجئے پھر اس تعلق سے شاید آپ سے کچھ کہنا نہ ہو۔ مبارک پور کے مربی حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جن کی عمر عزیز کے ۴۴ر سال ہمارے مبارک پور میں گزرے، یہیں تدریس کے فرائض انجام دیئے، مدت مدید تک درس حدیث دے کر محدث کہلائے، آپ کی تصنیفات کے نام جو حدوث الفتن میں دیے گئے ہیں، یہ سب کی سب مبارک پور کے زمانۂ قیام کی ہیں، اسی مبارک پور میں ایک چھوٹے سے ادارہ کو خون جگر پلا کر الجامعہ الاشرفیہ جیسا عظیم ادارہ بنایا اور پھر اسی مبارک پور کی زمین میں ہمیشہ کے لیے راحت آسودہ ہوگئے۔ مگر میرے محترم خیر الاذکیا صاحب آپ حدوث الفتن میں محدث المرادآبادی کے ساتھ ثم المبارکفوری لکھنے کے بھی روادار نہیں ہوئے مبارک پور میں رہ کر مبارک پور سے اتنی دوری بنائے رکھنے کی کوئی تو وجہ ہوگی، چھوڑیئے آپ سے پوچھ کر کیا کروں گا آپ کے منھ سے سچ سننے میں تکلیف ہوگی۔ ہاں تو اسی حدوث الفتن میں آپ نے ثم کی یوں گردان کی ہے (فتنوں کا ظہور سے ماخوذ) علامہ احمد حسن بٹالوی ثم کانپوری، مولانا سلامت اللہ اعظمی ثم رامپوری، مولانا محدث وصی احمد بن مولانا محمد طیب سورتی ثم پیلی بھیتی، مولانا عبد الاحد بن محدث وصی احمد سورتی ثم پیلی بھیتی، علامہ جلیل مفتی حشمت علی خاں بن نواب تراب علی خاں لکھنوی ثم پیلی بھیتی، مولانا سید غلام جیلانی بن مولانا غلام فخر الدین علی گڑھی ثم میرٹھی، ایک ہمارے حافظ ملت کے نام کے آتے آتے ثم کا خزانہ خالی ہوگیا۔

چوں دورِ خسرو آمدے در سبو نماندہ

جب حضور والا کا قلم اس قدر پر راضی نہیں ہوا تو دفن بمباد کفور جیسا غیر ضروری لفظ کیوں کر رقم کرتا۔

اب کس امید پر جواب کا طالب بنوں؟ صدی کے لحاظ سے جو فہرست مرتب کی گئی اس پر تشویش کا اظہار کیا گیا، ارشاد گرامی کہ ''مگر میں ''رأس مآۃ'' سے متعلق بزرگوں کی صراحت کے باعث مجددین کے بارے میں اسی ترتیب کو مانتا ہوں جو امام سیوطی اور بعد کے بزرگوں نے ذکر کی ہے۔'' حضرت والا! اس فہرست کا تعلق تو دین کی اشاعت میں نمایاں کام انجام دینے والوں سے ہے خواہ وہ مجددین ہوں یا نہ ہوں پھر مجددین کا فارمولا لاگو کرنے کی کیا ضرورت آن پڑی۔ تسلیم! آپ کے ذہن میں یہ سارے نام مجددین اسلام کے ہیں۔ اب امام سیوطی اور دیگر بزرگوں کا وہ فارمولا کون سا ہے جس کے مطابق اورنگ زیب عالم گیر گیارہویں صدی میں شمار کیے گئے اور شیخ محب اللہ بہاری بارہویں صدی میں شمار کیے جانے کے حق دار ٹھہرے؟ حدوث الفتن اور فتنوں کا ظہور میں اورنگ زیب عالم گیر کا سنہ ولادت ۱۰۲۸ھ اور سنہ وفات ۱۱۱۸ھ درج ہے، یہ تو ہوئے گیارہویں صدی کے اور شیخ محبؒ اللہ کا سنہ ولادت درج نہیں ہے سنہ وفات ۱۱۱۹ھ درج ہے، یہ ہوئے بارہویں صدی کے نمایاں کارنامے انجام دینے والے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا شیخ محبؒ اللہ کا سنہ ولادت درج نہیں ہے، لیکن یہ تو عقلاً ثابت ہے کہ دونوں بزرگوں کی دینی خدمات کا پورے طور پر زمانہ ایک ہے۔ اطمینان خاطر کے لیے راقم الحروف نے ستمبر کے اواخر میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ڈاکٹر عبدالسلام جیلانی کو فون کر کے اُن سے التماس کیا کہ مولانا آزاد لائبریری میں جا کر دیکھئے کسی معتبر کتاب میں شیخ محب اللہ بہاری کا سنہ ولادت مذکور ہو تو مجھ کو بتایئے، چند روز کے بعد ڈاکٹر جیلانی نے ایس ایم ایس کے ذریعہ بتایا کہ سنہ ولادت کا ذکر نہیں ملا لیکن یہ مذکور ہے کہ ۹۳ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔ اگر یہ صحیح ہے تو اورنگ زیب عالم گیر اور شیخ محب اللہ بہاری محض ایک دو برس کے چھوٹے بڑے ہوئے۔ اب کون سا اصول ہے جس کی پناہ لی جارہی ہے اور اورنگ زیب کو گیارہویں صدی میں اور شیخ محبؒ اللہ بہاری کو بارہویں صدی

میں شمار کیا جار ہا ہے۔

ضمناً عرض ہے کہ جناب والا نے عالم گیر کا سنہ وفات ۱۱۱۸ھ لکھا ہے اور جناب کے رفیق کار مولانا یٰسین اختر مصباحی نے سنہ وفات ۱۱۱۷ھ لکھا ہے (ملاحظہ ہو عرفان مذہب ومسلک طبع جدید ص ۵)، آپ دونوں حضرات المجمع الاسلامی کے عضو ہیں، آپس میں گفت وشنید کر کے کسی ایک سنہ وفات پر اتفاق کر لیجیے۔ کسی بادشاہ کا ایک سال، امور سلطنت کی بجا آوری کے لیے بڑا قیمتی ہوتا ہے۔

ارشاد گرامی کہ ”کچھ اور باتیں جو آپ نے فرصت زیادہ پانے کی وجہ سے لکھ ڈالی ہیں ان کے جواب کی بھی ضرورت نہیں سمجھتا اور اگر آپ یہ خیال فرمائیں کہ محمد احمد میرے سوالات کے جواب سے عاجز ہے اور جگہ جگہ اس کا تذکرہ بھی کریں تو میں آپ کے افتخار وسرور سے بھی شاکی نہیں ہوں۔“

محترم! زیادہ فرصت پا کر کون سی غیر ضروری بات لکھ دی گئی؟ احقر نے استصواباً جو کچھ عرض کیا تھا وہ آپ کی کتاب مستطاب کا امعان نظر سے مطالعہ کرنے کا ہی نتیجہ تھا۔ آپ نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ”حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصحف لکھایا تو اس کے چار نسخے بنوائے۔“ دوسری جگہ یوں ہے: ”اور کہا گیا ہے کہ سات نسخے تیار کرائے“ قیاس کہتا ہے کہ چاروں یا ساتوں نسخے یکساں تھے، رسم کا باہم سر مو فرق نہیں تھا پھر بعد میں کتابت کا فرق بلکہ اختلاف مصاحف کا بھی آپ نے ذکر کیا ہے، یہ فرق کیوں کر ہوا؟ یہ سوال فطری ہے معاً خیال آیا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ چاروں یا ساتوں نسخے خط کوفی میں رہے ہوں اور خط عربی میں نقل کرنے سے کہیں کہیں جزوی اختلاف رونما ہو گیا ہو کیوں کہ ہندوستان کے بہت سے آستانوں میں حضرت علی اور حضرات حسنین رضوان اللہ علیہم سے منسوب نوشتے موجود ہیں یہ سب کے سب خط کوفی میں ہیں، المنجد فی اللغۃ والاعلام میں قرن عاشر کے قرآن کریم کا جو عکس چھپا ہے، وہ بھی خط کوفی میں ہے اور اب مجھے مقدمہ ابن خلدون کے حوالے سے معلوم ہو گیا ہے کہ قرآن کریم کا پہلا خط (املا) خط حمیری میں ہے اس کے بعد یہ خط کوفی میں لکھا گیا ہے۔ چوتھی صدی کے آخر تک کاتب قرآن کریم خط کوفی

میں لکھتے تھے۔ مولانا محمد نظر علی خاں، موظف فی سفارۃ دولۃ الکویت کی کتاب سے یہ اشکال دور ہوگیا۔ میرے خیال میں یہ سوال غیر ضروری نہیں تھا۔

جناب والا نے اپنے پہلے جوابی مکتوب مرسلہ ۷/جون ۲۰۱۳ء میں وعدہ کیا تھا کہ: ''انشاء اللہ الرحمٰن میں توجہ دے، دلا کر پوری کوشش کروں گا کہ حدوث الفتن اور فتنوں کا ظہور (بقول آپ کے عین غین) دونوں میں منقولہ آیات کے تحت رسم کا جو سُقم ہے دور ہو جائے'' اور دوسرے مکتوب مرسلہ ۳/اکتوبر ۲۰۱۳ء میں (جب رسم قرآنی اور اصول کتابت بھی جُوچکی تھی) ارشاد ہوا تھا کہ ''اپنے سابقہ وعدے پر قائم بھی ہوں'' لیکن پچھلے دنوں وطن مالوف کی حاضری میں جب میں ۲۱/اکتوبر کو دارالافتا جامعہ اشرفیہ حاضر ہوا تو اتفاقیہ مولانا کاظم علی منیجر مجلس برکات دہلی سے ملاقات ہوگئی، جامعہ اشرفیہ کی مجلس برکات کے کتب خانے سے رسم قرآنی اور اصول کتابت اور فتنوں کا ظہور کا ایک ایک نسخہ منگوایا، الٹ پلٹ کر دیکھا، تصحیح کے نام پر ایک نقطہ بھی نہیں ملا نہ ہی مجلس برکات کے مولانا کاظم علی نے بتایا کہ حدوث الفتن اور فتنوں کا ظہور کی تصحیح کے تعلق سے جناب والا کا کوئی ہدایت نامہ جاری ہوا ہے۔ جناب والا کے وعدے اور مکرر وعدے کا مطلب اب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ جو نسخے مجلس برکات اشرفیہ مبارک پور یا مجلس برکات دہلی میں اِن تینوں کتابوں کے موجود ہیں ان میں تصحیح کی ضرورت نہیں ہے جو چھپ گیا سو چھپ گیا، غلط چھپا یا صحیح چھپا البتہ زمانہ مستقبل میں اگر ان کتابوں کی طباعت کی نوبت آئی تو اب تصحیح کے بعد چھپے گی۔ اب یہ تو مفتیانِ کرام ہی بتائیں گے کہ آیات قرآنیہ کی رسم کا سقم جس کا اعتراف ہے، سقم دور کرنے کا وعدہ بھی، وقت بھی میسر، افراد بھی میسر، قدرت بھی حاصل پھر دیدہ و دانستہ تصحیح کی طرف سے بے اعتنائی کے لیے کیا عذر شرعی ہوسکتا ہے۔

ایک اور ضروی بات عرض کرتا چلوں جواب مطلوب نہیں ہے لیکن دیر سویر کوئی نہ کوئی یہ سوال کر سکتا ہے۔ آہٹ محسوس ہو رہی ہے۔ یہ نکتہ کہیں اور سے بر آمد نہیں ہوا ہے حدوث الفتن اور فتنوں کا ظہور سے در آمد ہے، وہ یہ کہ جناب والا نے حدوث الفتن میں حضرت مولانا سید اولاد رسول مارہروی، حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ مارہروی، شیر بیشہ اہل سنت مولانا

حشمت علی خاں اور مولانا محبوب علی خان علیہم الرحمہ والرضوان کے نام لیے ہیں، یہ ہمارے اکابرین میں ہیں، تجانب اھل سنت کے فتاویٰ پر ان علمائے امت کی کھلی تصدیقات ہیں، آپ سے اور آپ کے رفقائے کار سے امید کی جاتی ہے کہ ان فتاویٰ پر بطیب خاطر، بلا جبر واکراہ تصدیقی دستخط ثبت فرمائیں گے۔ تجانب کی ایک عبارت جو ص ۶۲۳ پر ہے، درج ذیل ہے:

''وہابیہ دیوبندیہ، وقادیانہ وروافض ونیاچرہ وخاکساریہ وچکڑالویہ واحراریہ وجتادھاریہ وآغاخانیہ ووہابیہ غیر مقلدین ووہابیہ نجدیہ ولیگیہ غالیہ وصلح کلیہ غالیہ اپنے عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر بحکم شریعت قطعاً یقیناً اسلام سے خارج اور کفار ومرتدین ہیں۔''

واضح ہو کہ نیاچرہ میں مولانا شبلی نعمانی، سرسید احمد خاں اور ڈاکٹر اقبال مصنف بال جبریل کو شمار کیا گیا ہے۔

چلتے چلتے آخری بات عرض کرتا چلوں کہ میں اس کا تذکرہ کیا کروں گا کہ مولانا محمد احمد مصباحی صاحب میرے سوالات کے جواب سے عاجز رہے۔ نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنے گا؟ آپ کا نیٹ ورک ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش کے علاوہ دیگر ایشیائی ممالک، یورپ، افریقہ اور امریکہ تک پھیلا ہوا ہے، آپ کی علمی شہرت کا ڈنکا بج رہا ہے، میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ آپ میرے سوالات کے جواب سے عاجز رہے۔ ۲۰۰۷ء سے ۲۰۱۱ء تک فتنوں کا ظہور کی طباعت تین بار ہو چکی ہے، حدوث الفتن اشرفیہ کے نصاب تعلیم میں شامل ہے، پڑھنے والے پڑھتے رہے ہیں، پڑھانے والے پڑھاتے رہے ہیں، کون حرف گیر ہوا ہے، ایک بندۂ آثم نے متوجہ کیا تو شکریہ کا شکرانہ بھی مرّہ صفرا آمیز ہوا۔

جگہ جگہ تذکرہ کے تعلق سے عرض ہے کہ میں نے اپنا پہلا مکتوب جو کمپوز کرا کے بھیجا تھا، کمپوزر آپ کے معتقد تھے، ان کے ایک دو ساتھی آتے رہے یہ بھی آپ کے تلامذہ میں تھے، ان میں سے دو عزیز مصباحیوں سے پروف ریڈنگ کا کام لیا گیا۔ کل تین نفر کا مجھے علم ہے جن کو میرے مکتوب کا علم تھا، جب خدمت والا میں عریضہ ارسال کیا گیا تو ابھی دو ہفتے نہیں گزرے ہوں گے کہ مجھے اشرفیہ کے بعض ذرائع سے علم ہوا کہ جناب والا نے میرا عریضہ اور اپنا جواب

باصواب کاپی کرا کے مرکز ابلاغ و تشہیر دارالقلم دہلی روانہ کردیا ہے جہاں نامی گرامی علمائے کرام بانیِ دارالقلم سے دعائیں لینے آتے رہتے ہیں۔ جانبین کے خطوط کی کاپی دہلی بھیجنے کا مقصد کیا ہوسکتا ہے۔ ہر کوئی ادنیٰ تأمل سے سمجھ سکتا ہے، دوبارہ جو اِی میل آیا وہ کنزالایمان کمپیوٹر سنٹر دہلی سے ملا، اب اگر احقر نے آپ کی تأسی میں اپنے مکتوب کی کاپی (آپ کے جواب کی کاپی نہیں) کسی کو دے دی تو اس میں کسی کے جز بز ہونے کی کیا بات ہے۔ ہاں ایک بات میں نے اپنے مکتوب میں لکھی تھی جس کا راست تعلق آپ سے نہیں تھا لیکن اضافی عبارت اس تناظر میں تھی کہ جب میرا یہ مکتوب آپ کو مل جائے گا تو اس کی کاپی بھی دہلی دارالقلم کے سربراہ صاحب کو مل جائے گی اور جب حضرت ممدوح کو معلوم ہو جائے گا کہ ان پر صلح کلیت کا جو الزام عائد کیا گیا ہے شرر مصباحی کو اس سے اتفاق نہیں ہے تو حضرت مجھے بھی اپنی نیک دعاؤں میں شامل کرلیں گے۔

مصباحی اور ندوی کا اجتماع بے جوڑ تھا اس لیے جہاں انھیں ندوی لکھنا واجب لگا ندوی لکھ دیا اور جب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی، مذہب و مسلک کی دنیا میں شہرت ہو چکی تو وہ مصباحی لکھ کر ہم مصباحیوں کی ہی عزت میں چار چاند لگا رہے ہیں۔

والسلام مع الاکرام

بندۂ آثم

شرر مصباحی مبارک پوری

۱۳ جنوری ۲۰۱۴ء

نـــوٹ: میری طرف سے یہ آخری تحریر ہے، اس تعلق سے یہ باب بند کیا جاتا ہے، جواب کا طالب نہیں ہوں، اگر آپ کے اعوان و انصار کی طرف سے یا خود جناب کی طرف سے کہیں کوئی تحریر مطبوع ہوتی ہے تو اس پر فیصلہ عین وقت پر کیا جائے گا۔

تمت

اعتراف

محترم پروفیسر سید طلحہ رضوی برقؔ مدظلہ العالی کو فارسی لسانیات اور اردو ادبیات پر کامل عبور ہے، عروض وقوافی اور تاریخ گوئی میں بتمام وکمال مہارت اس پر مستزاد۔ میں موصوف کے علمی تبحر اور فنی حذاقت کا معترف، حسن اخلاق اور راست گوئی کا معتقد اور خوئے مزاح وشیریں کلامی کا مرید ہوں۔

شیریں سخناں از تو شکر می ریزند

محترم پروفیسر فاروق احمد صدیقی سے مجھے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہے، رشحات قلم سے لطف اندوز ہونے کا اتفاق بھی کم ہوا ہے۔ موصوف کی علمی وفنی بصیرت کا اندازہ آپ کے مکتوبات سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

محترم ڈاکٹر شکیل اعظمی میرے محسن ہیں، عمر میں مجھ سے بڑے ہیں، دینی اور طبی علوم کی تحصیل میں میرے سینئر ہیں، حضور حافظ ملت سے موصوف کے دیرینہ تعلقات تھے اور میں حضرت کا ایک ادنیٰ شاگرد۔ "تعلق دیرینہ" کا عرف مجھ پر صادق نہیں، ان جہتوں سے ڈاکٹر شکیل میرے لیے قابل احترام ہیں۔ تاہم میں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس قول پر سختی سے عامل ہوں------------

"لاتنظر الی من قال وانظر الی ماقال"

میری تحریریں اسی تناظر میں ملاحظہ فرمائیں۔

محترم پروفیسر عنوان چشتی کا نام علمی اور ادبی حلقوں میں احترام سے لیا جاتا ہے۔ علم عروض وقوافی میں دستگاہ کامل نے آپ کا درجۂ اعتبار اور بڑھا دیا ہے۔ راقم الحروف کو موصوف سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہے، ایک بار مولانا یاسین اختر مصباحی کی معیت

بس در دولت پر حاضری دی تھی مگر ملاقات نہ ہو سکی البتہ فون کے ذریعہ رابطہ رہا کیا، طرفین کی تحریریں ہدیۂ ناظرین ہیں۔

محترم مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی ہمارے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے صدر شعبۂ افتا ہیں محقق مسائل جدیدہ سے آپ کی پہچان کرائی جاتی ہے، فقہی جزئیات پر اچھی نظر رکھتے ہیں، سائل اور قائل کی شخصیت بھی ملحوظ خاطر رکھتے ہیں، حالات کے داعیے بھی نظر سے اوجھل نہیں رہتے۔ بعض مسائل میں اکابرین اہلِ سنت، مفتی اعظم ہند، محدث اعظم ہند اور حافظ ملت علیہم الرحمۃ والرضوان سے فقہی عدم اتفاق کی وجہ سے علمائے کرام میں موضوع سخن بنے رہے ہیں۔ تجانب اہلِ سنت کے معروف فتویٰ سے جس میں ڈاکٹر اقبال کو کافر و ملحد کہا گیا ہے اور جس کی تصدیق صریح لفظوں میں اکابرین مارہرہ مطہرہ اور علمائے پیلی بھیت (شیر بیشۂ اہل سنت و مولانا محبوب علی خاں) فرما چکے ہیں، موصوف بالکلیہ اتفاق نہیں رکھتے جیسا کہ مسموع ہوا ہے۔ اگر یہ افواہ ہے تو مفتی صاحب کو چاہیے کہ اس فتویٰ کی تصدیق اسی طرح شائع فرمادیں جس طرح اکابرین مارہرہ نے فرمائی ہے ورنہ یہ مسموع سچ ہو جائے گا۔ بعض مسائل میں اعتراف حق کے باوجود اپنے سابقہ قول کی توجیہات میں بزور علم دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں جس سے ایک عام قاری کی الجھنیں برقرار رہ جاتی ہیں۔ اس وقت آپ ہمارے جامعہ اشرفیہ کی مجلس شرعی کے ناظم و منتظم بھی ہیں یہاں دو فتاویٰ نقل کیے جاتے ہیں جن سے آپ کی فقہی بصیرت کے ساتھ اردو زبان و ادب پر قادر الکلامی بھی ظاہر ہوتی ہے۔

پہلا استفتا راقم نے ڈاکٹر شکیل کے ایک شعر کے تعلق سے کیا تھا۔ دوسرا ماہنامہ کنز الایمان میں ایک استفتا کا موصوف نے جو جواب شائع کیا تھا اس کے حوالہ سے راقم نے اپنی تشویش کا اظہار کیا تھا اس کا جواب بھی کنز الایمان دہلی میں مفتی صاحب نے شائع کیا تھا۔ یہ دلچسپ علمی مسائل ہیں قارئین ان شاء اللہ لطف اندوز ہوں گے۔

عبدہ المذنب

شرر مصباحی

مراسلت

ڈاکٹر شرر مصباحی مبارکپوری
سابق صدر شعبۂ معالجات
طبیہ کالج دہلی یونیورسٹی

و

ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی
سابق صدر شعبۂ اردو
بی۔آر۔اے بہار یونیورسٹی مظفر پور

باسمہٖ تعالیٰ

محترم ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی صاحب

تسلیمات

معروض خدمت کہ عالی جناب ڈاکٹر شکیل اعظمی کے نعتیہ مجموعۂ کلام ''گل قدس'' میں ''چند تراشے'' کے تحت آپ کی مختصر اور جامع تأثراتی تحریر شائع ہوئی ہے جس کا اختتام اس مصرع پر ہے

''ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوو لالہ''

ازراہ کرم پورا شعر اور شاعر کا نام تحریر فرمادیں۔ ممنون و متشکر ہوں گا۔

ماہ نامہ ماہ نور دہلی آپ کا اپنا رسالہ ہے، آپ کے قلمی تعاون سے اس کا معیار بڑھے گا۔ امید کہ توجہ فرمائیں گے۔ تازہ شمارہ مقررہ تاریخ میں ارسالِ خدمت کر دیا جائے گا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

والسلام

احقر شرر مصباحی

9/7/2013

محترم ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب...........السلام علیکم ورحمۃ

مزاج گرامی!

خط ملا۔ یادفرمائی کے لیے شکریہ! دریافت طلب مصرع علامہ اقبال کا ہے۔ پورا شعر درج ذیل ہے۔

سنائیؒ کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ
ابھی اس بحر میں باقی ہیں لُولُوے لالا

اس کا مطلع ملاحظہ ہو۔

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا
غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازۂ صحرا

پوری غزل بال جبریل میں دیکھی جاسکتی ہے۔ حسب توفیق ''ماہ نور'' کے جلد ہی کچھ بھیجوں گا۔ والسلام

طالب دعا

فاروق احمد صدیقی

۲۳؍جولائی ۲۰۱۱ء

نوٹ: ایک ہفتہ پہلے ارشاد صاحب کو ٹیلیفون پر یہ سب لکھوادیا تھا۔ ممکن ہے ملاحظہ میں آچکا ہو۔

باسمہٖ تعالیٰ

محترم ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی صاحب..........تسلیمات وخیر

جناب والا! گرامی نامہ مرسلہ ۲۳؍جولائی ۲۰۱۱ء کے حوالہ سے عرض ہے کہ میرے استفسار کا منشا وہ نہیں تھا جو آپ کے جواب میں مذکور ہے۔ میں نے محترم ڈاکٹر شکیل اعظمی کے نعتیہ مجموعۂ کلام ''گل قدس'' اور منقبتی مجموعۂ کلام ''حرف ثنا'' سے مصرع یوں نقل کیا تھا۔

ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولو ولالہ

یہ مصرع آپ کے مکتوب مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور شمارہ جولائی ۲۰۱۰ء سے منقول ہے۔ میری تمام تر توجہ ''لولو ولالہ'' پر تھی جس کا اہمال اس مصرع میں ظاہر ہے۔ میری گزارش پر مولانا ارشاد نعمانی نے انٹرنیٹ پر محولہ شمارہ اشرفیہ میں آپ کا مکتوب دیکھا وہاں بھی ''لولو ولالہ'' ہی ملا۔ گمان غالب ہے کہ میرے ایس ایم ایس اور پھر عریضہ کی وصولیابی کے بعد بال جبریل دیکھنے کی ضرورت واقع ہوئی جس میں پورا شعر یوں لکھا ہوا ملا۔

سنائی کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ
ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوے لالا

جو بالکل صحیح ہے یہ اور بات کہ آپ کے مکتوب میں ''لاکھوں'' لکھنے سے رہ گیا ہے۔ بہر صورت مجھے حیرت ہے کہ شکیل صاحب کی نظر سے آپ کا مکتوب گزرا اور انہیں اس مصرع کا اہمال نظر نہ آیا جب کہ بہ ہیئت موجودہ دو فاش غلطیوں پر اُن کی نظر ٹھہر جانی چاہیے تھی۔

(۱) ڈاکٹر شکیل کا سوانحی خاکہ جو دونوں مجموعوں میں بقلم خود مرقوم ہے اس سے ظاہر ہے کہ یونانی میڈیکل کالج الہ آباد یا کسی اور طبیہ کالج میں ان کے جیسا اسکالر پیدا نہیں ہوا، عبارت ملاحظہ ہو:

''یونانی میڈیکل کالج الہ آباد میں فرسٹ ایئر سے فائنل تک فرسٹ ڈویژن فرسٹ پوزیشن حاصل ہوتی رہی، فائنل میں فرسٹ ڈویژن فرسٹ پوزیشن کے ساتھ چار مضامین میں امتیازی نمبر بھی حاصل ہوئے جو اس وقت تک کسی طبیہ کالج میں کسی نے بھی نہیں حاصل

کئے تھے یہ اپنی جگہ ایک ریکارڈ ہے اور آج تک قائم ہے۔ ''گل قدس'' (ص ۱۴،۱۴، ۱۵) ''حرف ثنا'' (ص ۱۳،۱۳، ۱۴) اب اس تبحر علمی کے تناظر میں مرقومہ مصرع دیکھئے۔

ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولووالالہ

ہمارے اساتذۂ علم الادویہ نے ہمیں صراحت کے ساتھ بتایا ہے کہ ''لالہ'' صرف بستانی اور صحرائی ہوتا ہے، بحری یا نہری نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر آپ کے مکتوب میں غلطی سے ''لولووالالہ'' رقم ہو گیا تھا تو اس پر ڈاکٹر صاحب کی نظر ٹھہر جانی چاہیے تھی۔

(۲) ''حرف ثنا'' کے ٹائٹل پیج پر مرقوم ہے:

''ڈاکٹر شکیل اعظمی چوں کہ شاعری کے فن سے کما حقہ واقف ہیں اس لئے ان کی شاعری میں کسی لغزش کا سوال ہی نہیں'' اگر چہ لغزش کی نفی آں موصوف کی شاعری کے حوالہ سے ہے لیکن اس کی علت ان کا شاعری کے فن سے کما حقہ واقف ہونا ہے اس لئے شکیل صاحب کو پتا ہونا چاہیے کہ جس حرف روی کا شاعر نے اپنی پوری غزل میں التزام کیا ہے اس کا تو درج ذیل شعر میں (بقید ترکیب فارسی) تحقق ہی نہیں ہے۔

سنائی کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ
ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولووالالہ

اس جہت سے تو یہاں ڈاکٹر صاحب کی نظر جم جانی چاہیے تھی۔ اقبال کی غزل کا مطلع ہے۔

غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازۂ صحرا   سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا

اس ضمن میں خاقانی کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

ہر صبح سر بہ گلشن سودا بر آورم   و ز صور آہ بر فلک آوا بر آورم
دریائے سینہ موج زند زاب آتشیں   تا پیش کعبہ لولوے لالا بر آورم

اقبال نے ''لولوے لالا'' کے لئے ''بحر'' کا لفظ استعمال کیا ہے، خاقانی نے ''دریا'' کا بات ایک ہی ہے۔ لالہ کا اتا پتا نہ وہاں ہے نہ یہاں۔

اب اس کے سوا کیا چارہ رہ جاتا ہے کہ جہاں جہاں ''لولوے لالا'' کی جگہ ''لولووالالہ'' چھپ گیا ہے خواہ وہ آپ کے مکتوب مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ شمارہ محولہ میں یا ڈاکٹر شکیل اعظمی کے

دونوں مجموعوں ''گلِ قدس'' اور ''حرفِ ثنا'' [ا] میں، یہ غلطی کاتب/کمپوزر کے نامۂ اعمال میں درج کردی جائے کہ یہ جراحت زدہ قوم بیداد کی فریاد بھی نہیں کرتی۔

گرامی نامہ کی فوٹو کاپی منسلک ہے۔

والسلام

احقر العباد

شررمصباحی

۲۸/اپریل ۲۰۱۳ء

ا؎ تذئیل!

''گلِ قدس'' اور ''حرفِ ثنا'' کا نام آگیا تو اس کا اجمالی ذکر بھی ضروری ہے۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی مجلس شوریٰ کی میٹنگ ہونے والی تھی، میں اُن دنوں اپنے وطن مالوف مبارک پور میں تھا۔ جامعہ کے ناظم اعلیٰ محترم الحاج سرفراز احمد صاحب نے ڈاکٹر شکیل اعظمی (رکن مجلس شوریٰ) کو میری آمد کی خبر دی اور ذاتی طور پر بھی میٹنگ میں شریک ہونے کے لیے ڈاکٹر صاحب سے کہا، موصوف نے فرمایا کہ میٹنگ میں شریک ہونے کا ارادہ تو پہلے سے ہی تھا اب اور یقینی ہوگیا ہے۔ مورخہ ۱۵/مئی ۲۰۰۲ء کو دارالعلوم اشرفیہ واقع گولہ بازار کے میٹنگ ہال میں ہم لوگ بعد نماز عشا پہنچے۔ ڈاکٹر صاحب نے میٹنگ شروع ہونے سے پہلے میری طرف ایک بیاض بڑھاتے ہوئے کہا کہ اس میں کچھ نعتیہ اور کچھ منقبتی کلام ہیں آپ دیکھ لیجئے جہاں کہیں ترمیم و تنسیخ کی ضرورت ہو بے تکلف قلم چلادیں میں نے ڈاکٹر صاحب کو حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ مجھ سے سینئر ہیں، شعروادب کے حوالے سے آپ کی پہچان ہے، اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے جو عزت افزائی کے کلمات ادا کیے ہیں ان کو اپنے قلم سے لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ الغرض پیہم اصرار کے بعد میں نے بیاض رکھ لی اور ہم شوریٰ کی میٹنگ میں شریک ہوگئے، اختتام جلسہ کے بعد ڈاکٹر صاحب رات ہی میں گھوسی چلے گئے اور میں نے اپنے گھر کی راہ لی۔ دوسرے دن میں نے بیاض کھولی تو مدتوں سے ڈاکٹر صاحب کے فن شاعری کے تعلق سے جو میرے ذہن ودماغ پر خوش گوار اثر تھا یک لخت زائل ہوگیا، کہیں لغوی اسقام، کہیں تراکیب کی اغلاط، کہیں عروض وقوانی کے مقررہ قوانین سے انحراف، چنانچہ جہاں کہیں مجھے سقم نظر آیا وہاں اشاریہ دے کر نوٹ لگادیا۔ اور ۱۷/مئی کو موصوف کی بیاض اڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ کے آفس کے ذریعہ بھجوادی، اور بیاض کے سرنامہ پر یہ نوٹ بھی لکھ دیا۔ ''اشعار میں جہاں فنی سقم نظر آیا ہے، نشاندہی کردی گئی ہے، ترمیم واصلاح کی حد تک مداخلت سے احتراز کیا گیا ہے۔'' شررمصباحی ۱۷/مئی ۲۰۰۲ء

الحمدللہ! ڈاکٹر صاحب نے میرا مشورہ قبول کیا اور حسب مشورہ اشعار میں ترمیم کرلی گئی، البتہ چند مصاریع میں، حال

آں کہ میں نے واضح کر دیا تھا کہ ح اور ع سے مصرعے ساقط الوزن ہو گئے ہیں، موصوف نے وہی الفاظ باقی رکھے اور عیب اپنے دائرے میں رہ گیا۔

جس بیاض کا ذکر کیا گیا اس کے دو حصے کیے گئے نعتیہ کلام ''گل قدس'' کے نام سے اور منقبتی کلام ''حرف ثنا'' کے نام سے شائع کیا گیا۔ بیاض میں سے کچھ نعتیں اور کچھ منقبتی کلام شائع نہیں کیے گئے اور چند نعتیں اور منقبتیں اضافہ کی گئیں، یوں وہ اضافہ شدہ نعتیں اور منقبتیں احقر کی نگاہ سے نہیں گزریں اور ان میں جو اسقام تھے وہ رہ گئے۔

اس وضاحت کی ضرورت یوں واقع ہوئی کہ جن لوگوں کو دور نزدیک سے علم ہے کہ اشاعت سے پہلے مجموعوں میں شامل کلام شرر مصباحی کی نظر سے گزر چکے ہیں جب ان کی نظریں اسقام پر ٹھہریں گی تو ظاہر ہے مجھ پر بھی حرف آئے گا۔ یہاں بطور نمونہ بیاض سے چند نعتیہ اشعار جو ''گل قدس'' میں شامل ہیں اور منقبتی کلام جو ''حرف ثنا'' میں شامل ہیں تحریر کیے جاتے ہیں ساتھ ہی وہ نوٹ بھی جن کو پڑھ کر شاعر نے اپنے کلام میں ترمیم کی۔

اصل بیاض:

مصطفیٰ جو بھی کہیں لازم ہے اس کی پیروی
وحی ربانی کا مظہرؔ ہے کلام مصطفیٰ

نوٹؔ: میرے خیال میں ''وحی ربانی'' اور ''مظہر وحی ربانی'' میں فرق ہے، کلام مصطفیٰ وحی ربانی ہے۔

گل قدس:

مصطفیٰ جو بھی کہیں لازم ہے اس کی پیروی
حکم ربانی کا مظہر ہے کلام مصطفیٰ

اصل بیاض:

صورت وسیرت عظمت ورفعت فہم وفراست رشد وہدایتؔ
جس رخ سے اس ذات کو دیکھو قدرت کا شہکار لگے

نوٹؔ:

ایک سبب خفیف زائد (یت زائد) غیر موزون
(رکن آخر فع، فاع، فَعَل، فعول آئے گا)

گل قدس:

صورت وسیرت عظمت ورفعت فہم وفراست مجد وشرف
جس رخ سے اس ذات کو دیکھو قدرت کا شہکار لگے

اصل بیاض:

لشکر باطل سے ہم کیوں کر ڈریں
ہاتھوںؔ میں اپنے ہے تیغ لا الـــــــــہ

نوٹ: مصرع بول چال کی زبان میں پورا ہو رہا ہے تو تعقید لفظی کو راہ کیوں دی جائے۔

گل قدس:

لشکر باطل سے ہم کیوں کر ڈریں
اپنے ہاتھوں میں ہے تیغ لاالــــــــــــہ

اصل بیاض:

لے کے جب نام خدا اپنا بڑھایا ہے قدم
راہ دشوار بھی ہوجاتی ہے آساں ہم کو

نوٹ: دونوں مصرعے دو زمانوں کے حامل ہیں مصرع اولیٰ میں زمانہ ماضی کو زمانہ حال سے بدل سکتے ہیں۔

حرف ثنا:

لے کے جب نام خدا اپنا بڑھاتے ہیں قدم
راہ دشوار بھی ہوجاتی ہے آسان ہم کو

اصل بیاض:

وقت کے سارے علما فقہا اہل حکمت اہل تقویٰ
کرتے ہیں تجھ کو خود پہ مقدم نائب مفتی اعظم ہند

نوٹ: علما فقہا کا حرف ثانی ساکن ہوگیا،

حرف ثنا: منقبت سے یہ شعر حذف کردیا گیا۔

اصل بیاض:

تو ہے چاندی سونے سے قیمتی تو ہے علم دین کا جوہری
مگر تولنا تجھے چاندی سے تری عظمتوں کی دلیل ہے

نوٹ: مصرع ناموزوں ہوگیا ہے، صدر وابتدا میں "مگر" نہیں آسکتا جب تک اس کے بعد حرف وصل نہ لایا جائے۔

حرف ثنا:

تو ہے چاندی سونے سے قیمتی تو ہے علم دین کا جوہری
تجھے پھر بھی چاندی سے تولنا تری عظمتوں کی دلیل ہے

اصل بیاض:

(شعر ۷)

عصیاں کی ہے دھوپ میں تیزی ہم ہیں مجرم، ہم ہیں خاطی
پھر بھی کرم کی چادر تونے سر پہ ہمارے ڈالی ہے

(شعر ۸)

بھول چکے ہیں حکم خدا کا یاد نہیں فرمان نبی کا

اس لیے آج ہماری ہرسو خواری ہے پامالی ہے

(شعر۹)

اپنے کرم کا دے دے صدقہ، کردے اس کے غم کا مداوا
کس کو شکیل اب اور پکارے یہ تو تیرا سوالی ہے

تینوں اشعار کے مصاریع اولی کے تحت علاحدہ علاحدہ نوٹ میں لکھا گیا۔

''مصرع ناموزوں (دوسری بحر میں)

گل قدس:

اس نعت شریف سے یہ تینوں اشعار حذف کردیئے گئے اب یہ نعت بغیر مقطع ہے اس کے علاوہ ساری نعتوں میں شاعر کا تخلص آیا ہے۔

شاعر نے ''گل قدس'' اور ''حرف ثنا'' میں جو اضافے کیے ہیں۔

یعنی جو کلام مرسلہ بیاض میں نہیں تھے اُن سے یہاں ہماری کوئی غرض نہیں ہے، افسوس یہ ہے کہ جو مشورے قبول نہیں کیے گئے یا ان پر عمل نہیں کیا گیا وہ ''گل قدس'' اور ''حرف ثنا'' پر داغ بن کر رہ گئے ہیں۔ مثلاً:

(۱) جگہ کا استعمال

کر عطا حافظ ملت کو تو فردوس نعیم
رحمتیں تیری رہیں ہر جگہ غمخوار و ندیم (حرف ثنا)

یہاں جگہ کی ''ہ'' وزن سے گرگئی، اور مصرع ناموزوں ہوگیا۔

(۲) طرح کا استعمال

فکر باطل کو کیا اس طرح پامال وخراب
اب گناہوں کو نہ سمجھے گا کوئی کار ثواب (حرف ثنا)

زمانہ کس طرح پاتا سراغ منزل کا
جو تیرا نقش قدم رہنما نہیں ہوتا (گل قدس)

دونوں شعروں میں طرح کی ''ح'' وزن سے گرگئی اور مصرعے ناموزوں ہوگئے۔

(۳) قدر کا استعمال

کس درجہ مسرت خیز ہے یہ کس قدر طرب انگیز ہے یہ
خوش ہوتا ہے سن کر ہر سنی لو نام جہاں اشرفیہ کا (حرف ثنا)

اس شعر میں قدر کا استعمال بروزن نظر ہونا چاہیے تھا، قدر بالفتح کے معنی یہاں صحیح نہیں، اس لیے مصرع جو اصلاً قدر بفتحتین کا متقاضی ہے، ناموزوں ہوگیا۔

(۴) عشق کا استعمال

خلاف حکم پیمبر عمل اور عشق رسول

یہ ہم نے نفس کا کیسا فریب کھایا ہے　　　　(گل قدس)

یہاں مصرع اول میں عشق کا ''ع'' وزن سے ساقط ہوگیا اور مصرع ناموزوں ہوگیا۔

کچھ ایسے بھی مشورے دیے گئے تھے جو اساتذہ کی صف میں خود کو شمار کرنے والوں کے لیے تھے، ضروری نہیں کہ ہر شاعر اس کا التزام کرے۔ مثلاً:

''انکساری'' درج ذیل شعر میں۔

ذات تیری عظمت وشوکت کا اک مینار تھی
پھر بھی کس درجہ تھی تجھ میں انکساری واہ واہ

نوٹ یہ تھا، ''انکسار'' ہے، انکساری پر بہت سے اہل فن معترض ہیں آپ چاہیں تو اسے باقی رکھیں۔ علامہ ابر احسنی نے بھی اسے متروکات کی فہرست میں رکھا ہے۔ جامع فیروز اللغات وغیرہ میں بھی انکساری نہیں ہے۔ اگر چہ اس لفظ کا چلن ہوگیا ہے لیکن اساتذۂ فن اس کا استعمال نہیں کرتے۔

یونہی ''نبَوی'' کے بالفتح استعمال کے خلاف نوٹ میں اعلیٰ حضرت کے تین مصرعے پیش کیے گئے تھے۔

نَبَوی مینھ　علوی فصل　بتولی گلشن
نَبَوی ظل　علوی برج　بتولی منزل
نَبَوی خور　علوی کوہ　بتولی معدن

مگر ان کا اثر نہیں ہوا، اعلیٰ حضرت کے کلام سے استشہاد کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ شاعر نے کلام رضا کا بھرپور استفادہ کیا ہے، فنی رہنمائی بھی اس میں شامل ہے۔

کرتی ہیں نعتیں رضا کی رہنمائی اے شکیل
سامنے اب میرے کوئی اور مجموعہ نہیں

بہر حال میری اس تحریر کو محض دفاعی تحریر سمجھا جائے اپنے اوپر سے الزام رفع کرنا ہے کسی کی دل شکنی مقصود نہیں۔

محترم و محتشم ڈاکٹر شرر مصباحی صاحب............السلام علیکم ورحمۃ

مزاج ہمایوں۔

کوریئر ڈاک سے آپ کے بھیجے گئے دونوں خطوط (مرقومہ ۲۸/اپریل ۲۰۱۳ء) ایک ساتھ ہمدست ہوئے تقریباً دوماہ کی طویل مسافت طے کرنے کے بعد۔ بقول جگر مرادآبادی ؀

سرِ دار ہوکر سرِ طور ہوکر ترے پاس پہنچا بہت دور ہوکر

بہرکیف دونوں خطوط میں مضمون واحد ہے۔ لیکن آپ نے بڑی نفیس علمی و تحقیقی گفتگو فرمائی ہے۔ اس لیے ان کے مطالعے سے محظوظ ہوا اور مستفید بھی۔ اب جواباً عرض ہے کہ آپ کے استفسار کا منشا وہی تھا جو میرے جواب میں مذکور ہے۔ جیسا کہ آپ کے مکتوب مورخہ ۹/جولائی ۲۰۱۱ء سے مترشح ہے۔

''ازراہِ کرم پورا شعر اور شاعر کا نام تحریر فرمادیں، ممنون و متشکر ہوں گا۔''

ملاحظہ ہو مکتوب کی عکسی کاپی۔ اس لیے میرا جواب بالکل درست تھا۔ یہ تو مسلّم ہے کہ جیسا استفتا ہوتا ہے ویسا ہی فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اس لیے آپ کے مکتوب مورخہ ۲۸/اپریل ۲۰۱۳ء کی ابتدائی دوسطروں میں پیش کردہ خیالات سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ اس موقع پر اجازت ہو تو مومن خان مومن کا یہ شعر آپ کی نذر کردوں ؀

یہ عذرِ امتحانِ جذب دل کیسا نکل آیا میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

ہاں! زیر بحث مصرعِ اقبال ''ابھی اس بحر میں............'' میں لفظ لاکھوں، لکھنے سے رہ گیا تھا اس کو آپ میری غائب دماغی پر محمول کرسکتے ہیں۔

اطلاعاً عرض ہے کہ ڈاکٹر شکیل اعظمی کے نعتیہ مجموعۂ کلام ''گل قدس'' اور منقبتی مجموعۂ کلام ''حرف ثنا'' کی زیارت سے اب تک محروم ہوں۔ اس لیے کہہ نہیں سکتا کہ مصرع ابھی اس بحر میں......'' وہاں کس طرح چھپا ہے، ہاں! آپ کے اس خیال سے صد در صد متفق ہوں کہ جہاں جہاں 'لولوئے لالا'، 'لولو ولالہ' چھپا ہے وہ غلط ہے خواہ میرے مکتوب میں ہو یا ڈاکٹر شکیل اعظمی کے شعری مجموعوں میں۔

''لولوئے لالا'' کی صحت کی تائید میں خاقانی کے دو شعر نقل کرکے آپ نے میری معلومات میں قیمتی اضافہ کیا ہے۔ اس کے لیے صمیم قلب سے شکریہ۔

آپ کا مخلص

فاروق احمد صدیقی ۲۸/جون ۲۰۱۳ء

بسمہٖ تعالیٰ

محترم پروفیسر فاروق احمد صدیقی............السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گرامی نامہ ملا شکریہ، عزت افزائی کا مزید شکریہ۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ مکرر عرض ہے کہ فی الواقع میرا منشاوہ نہیں تھا جو آپ کے جواب میں مذکور ہے، میرے عریضہ کی عبارت ''ازراہ کرم پورا شعر اور شاعر کا نام تحریر فرمادیں'' ملاحظہ فرما کر آپ نے لکھ دیا کہ آپ کے استفسار کا منشا وہی تھا جو میرے جواب میں مذکور ہے جیسا کہ آپ کے مکتوب مورخہ ۹/جولائی ۲۰۱۱ء سے مترشح ہے۔'' مطلقاً اس عبارت کے پیش نظر تو مترشح نہیں بلکہ متیقن ہے لیکن آپ نے میرے خط کی ابتدائی سطور پر غور نہیں فرمایا جو ایک مخفی پیغام کے ارسال کی مشعر تھیں۔ میں نے عرض کیا تھا۔ ''ڈاکٹر شکیل اعظمی کے نعتیہ مجموعۂ کلام ''گل قدس'' میں ''چند تراشے'' کے تحت آپ کی مختصر اور جامع تأثراتی تحریر شائع ہوئی ہے جس کا اختتام اس مصرع پر ہے۔

ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوولالہ''

یہ منقولہ مہمل مصرع لکھ کر استفسار کیا گیا تھا اور جیسا کہ واضح ہے آپ کے مکتوب کا حوالہ بھی دیا گیا تھا اس لیے توقع تھی کہ مصرع پر نظر پڑتے ہی آپ بھڑک جائیں گے اور جواب کچھ اس طرح کا ارقام فرمائیں گے۔ ہیں؟ میں نے کب اور کہاں اس مصرع میں لولوولالہ لکھا ہے اقبال کا شعر تو میں نے یوں پڑھا ہے۔

سنائی کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ
ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوے لالا

لیکن اس طرح کا جواب زیب نظر نہیں بنا۔ اس سے مستفاد ہے کہ مصرع جس طرح مطبوع ہوا ہے پہلے سے یہی زباں زد تھا۔ یہ نکتہ بھی نظر انداز کیے جانے کے قابل نہ تھا کہ دہلی میں اہل علم کی کمی نہیں ہے پھر مظفر پور کی راہ کیوں دیکھی گئی، کچھ تو ہے؟

دراصل ڈاکٹر شکیل کے دونوں مجموعوں میں آپ کے مکتوب کے حوالہ سے یہ مصرع پڑھ کر میں متحیر ہوا اور متجسس بھی کہ پانی کدھر مر رہا ہے گمان غالب آں جانب تھا۔ اسی عالم تحیر وتجسس میں آپ سے ملتمس ہوا کہ ازراہ کرم پورا شعر اور شاعر کا نام تحریر فرمادیں۔ میرا روئے

سخن ایک باوقار پروفیسر کی طرف تھا نیز ابتدائے مکتوب میں ایک بلیغ اشارہ بھی کیا جاچکا تھا (یعنی ایک مہمل مصرع نقل کرنے کی نسبت آپ کی طرف کی گئی تھی) اب آپ ہی بتائیں کیا میں یوں استفسار کرتا۔

ازراہ کرم صحیح شعر لکھ دیجئے اور شاعر کا نام بھی بتادیجئے؟

محترم آپ نے مومن دہلوی کا ایک شعر اس بندۂ آثم کی نذر کیا ہے، مضائقہ نہیں۔ آپ سے پہلے بھی ایسی فیاضیاں کی گئی ہیں۔

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

(حافظ شیرازی)

نثار بمبئی کن ہر متاع کہنہ و نو را
طراز مسند جمشید و فرتاج خسرو را

(شبلی نعمانی)

ابھی بہت سے نوادر غیر موہوبہ محفوظ ہیں، بس آپ کی اجازت درکار ہے۔ اس عریضہ کی چنداں ضرورت نہیں تھی اسے تقریب کچھ تو بہر ملاقات پر محمول فرمائیں۔

والسلام مع الاحترام
طالب دعا
شرر مصباحی
۹؍جولائی ۲۰۰۱۳ء

(مکتوب مضمون کے آخر میں شامل ہے)

شکیل اعظمی

کرتی ہیں نعتیں رضا کی رہنمائی اے شکیل
سامنے اب اپنے کوئی اور مجموعہ نہیں

پروفیسر فاروق صدیقی

ان کے مطالعہ کی وسعت، شعرفہمی ونکتہ سنجی، ژرف نگاہی، اوراعلیٰ تنقیدی بصیرت کا میں شرح صدر کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں۔

گل قدس اور حرف ثنا۔ایک تنقیدی جائزہ
(ایک غیر مطبوعہ نامکمل مضمون کے چند اقتباسات)

حرف ثنا:

عرس کا پرکیف منظر دیکھ کر شادماں ہر صاحب ایمان ہے
نام پر حافظ ملت کے یہ ارباب وفا مال وزر کیا ہے دل وجان لٹادیتے ہیں

پہلے شعر میں صاحب ایمان اور دوسرے شعر میں دل وجان اعلان نون کے ساتھ نظم ہوا ہے، یہ فنی نقطۂ نظر سے ناجائز ہے۔امام احمد رضا کے مجموعۂ کلام میں اس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی بلکہ فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم میں صراحت کے ساتھ اسے ناجائز کہا گیا ہے۔

حرف ثنا:

کر عطا حافظ ملت کو تو فردوس نعیم رحمتیں تیری رہیں ہر جگہ غمخوار وندیم

یہاں ''جگہ'' کا استعمال غلط ہوا ہے۔ تقطیع میں 'ہ' ساقط ہوگئی، اس کا اظہار ضروری تھا ''جگہ'' کو حدائق بخشش میں صحیح جگہ پر دیکھئے۔

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو

اس کی پہچان یہ ہے کہ اگر جگہ کے وزن کا کوئی لفظ اس کی جگہ رکھ دیا جائے تو شعر ناموزوں نہ ہو مثلاً قدم، اگر، مگر کو اگر شکیل صاحب کے شعر میں جگہ کی جگہ رکھ دیا جائے تو شعر ساقط الوزن ہو جائے گا امام احمد رضا کے شعر میں قائم رہے گا۔

حرف ثنا:

فکر باطل کو کیا اس طرح پامال وخراب — اب گناہوں کو نہ سمجھے گا کوئی کار ثواب

گل قدس:

ہوتا جو شکیل اس کو زبوں حالی کا احساس — یہ قوم کبھی اس طرح غفلت میں نہ سوتی

گل قدس:

زمانہ کس طرح پاتا سراغ منزل کا — جو تیرا نقش قدم رہنما نہیں ہوتا

تینوں شعروں میں طرح کی ''ح'' ساقط ہوگئی ہے بہ الفاظ دیگر تینوں مصرعے جن میں طرح استعمال ہوا ہے ناموزوں ہیں۔ ہاں اگر ''ح'' کے بعد کوئی لفظ الف سے شروع ہوتا تو وہ خود گر کر طرح کی ''ح'' کو ساقط ہونے سے بچا لیتا۔

حرف ثنا:

کس درجہ مسرت خیز ہے یہ کس قدر طرب انگیز ہے یہ
خوش ہوتا ہے فوراً ہر سنی لو نام جہاں اشرفیہ کا

اس شعر میں قدر، بدر کے وزن پر استعمال ہوا ہے جب کہ یہ محل قدر بفتحتین کا ہے قدر بالفتح کا نہیں دونوں قدر کے معنی الگ الگ ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے یہاں قدر بالفتح اور قدر بفتحتین کا استعمال ملاحظہ ہو۔

(الف) رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے

(ب) نہ اس قدر بھی قمر شوخ دیدہ ہونا تھا۔

ان دونوں مصرعوں میں قدر بفتحتین ہے شکیل صاحب کا شعر اسی قدر کا متقاضی ہے۔ قدر بالفتح کا محل استعمال اعلیٰ حضرت کے کلام میں

شکل بشر میں نور الٰہی اگر نہ ہو — کیا قدر اس خمیرۂ ماو مدر کی ہے

یہی قدر اس شعر میں بھی ہے

آتش سخن کی قدر زمانے سے اٹھ گئی — مقدور ہو تو قفل لگائیں زباں میں ہم

درج ذیل ضرب المثل مصرع کی بھی یہی قدر ہے۔

قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

حرف ثنا:

کر نہیں سکتا کبھی شکوہ کوئی تشنہ کام　　آ کے تری بزم میں ہوتے ہیں سب شادکام

تشنہ کام اور شادکام میں شائگان جلی ہے جو عیب فاحش ہے۔

حرف ثنا:

شارح بخاری کی اس قدر جو شہرت ہے
وہ حدیث نبوی کی شرح کی بدولت ہے

نبوی کی ب ساکن ہوگئی جب کہ یہ فتحہ سے ہے۔ المنجد میں ''نبی'' کے تحت ہے: والنسبۃ الیہ نَبَوِیٌّ، امام احمد رضا کا کلام تو یوں راہ نما ہے۔

نَبَوی مینہ علوی فصل بتولی گلشن　　حسنی پھول حسینی ہے مہکنا تیرا
نَبَوی ظل علوی برج بتولی منزل　　حسنی چاند حسینی ہے اجالا تیرا
نَبَوی خور علوی کوہ بتولی معدن　　حسنی لعل حسینی ہے تجلا تیرا
کیا ٹھیک ہو رخ نَبَوی پر مثال گل　　پامال جلوۂ کف پا ہے جمال گل

گل قدس:

تقسیم تو کرتا ہے عطا کرتا ہے اللہ　　قاسم ہے تیری ذات اور اللہ ہے معطی

اس نعت کا مطلع ہے:

عصیاں کو مرے نامۂ اعمال سے دھوتی　　احساس ندامت سے کبھی آنکھ جو روتی

اس کے دیگر قوافی ہوتی، موتی سوتی وغیرہ ہیں، شاید قافیۂ صوتی کی طرف شاعر کا دھیان گیا، مستند شعرا کے کلام سے سند درکار ہے اعلیٰ حضرت کا کلام اس کا راہ نما نہیں ہے۔

گل قدس:

خلاف حکم پیمبر عمل اور عشق رسول　　یہ ہم نے نفس کا کیسا فریب کھایا ہے

اس شعر میں عشق کا ''ع'' تقطیع میں محسوب نہیں ہے، ساقط ہوگیا ہے یعنی مصرع ناموزوں ہوگیا ہے۔

گلِ قدس:

کوئی بھی اپنا عمل ہونہ شریعت کے خلاف اتنی پابندی احکام شریعت دے دو

پابندی دینا مہمل فقرہ ہے، پابندی احکام کا تعلق اپنی ذات سے ہے ہاں پابندی احکام کی توفیق کی دعا کی جانی چاہیے، پابندی لگانا، پابندی لگنا تو شائع ہے پابندی دینا روزمرہ نہیں ہے۔

محترم پروفیسر فاروق احمد صدیقی صاحب..........تسلیم

اگر انصاف و دیانت متقاضی ہوں اور مصلحت مانع نہ ہو تو اس تحریر پر اپنا عندیہ ظاہر فرمائیں۔

شرر مصباحی

۹/جولائی ۲۰۱۳ء

محترم گرامی قدر رشر مصباحی صاحب........... ہدیہ سلام ورحمت

رجسٹرڈ ڈاک سے آپ کا عنایت نامہ موصول ہوااوراس کے ساتھ ایک تنقیدی تحریر بھی، جس میں ڈاکٹر شکیل اعظمی کے بعض اشعار کو زیر بحث لایا گیا ہے اور ان میں فنی اسقام کی نشاندہی کی گئی ہے۔ دونوں میں نے بڑی دلچسپی سے پڑھے۔ میں نے اپنے پچھلے خط میں مومن کا ایک شعر آپ کی نذر کیا تھا، اُس کو آپ کی نازک مزاجی برداشت نہیں کرسکی اور جواباً حافظ وشبلی کے دو شعر لکھ کر آپ نے حساب برابر کرلیا۔ چلئے جس میں آپ خوش رہیں۔ اپنا حال یہ ہے کہ ؂

غم جہاں ہو غم یار ہو کہ تیر ستم
جو آئے آئے کہ ہم دل کشادہ رکھتے ہیں

آپ کو گلہ ہے کہ آپ کے مکتوب مرقومہ ۹رجولائی ۲۰۱۱ء میں مصرع اقبال ''ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولووالا لہ'' کو دیکھ کر میں کیوں نہ بھڑک اُٹھا کہ ''لولووالا لہ'' مہمل ہے میں نے نہیں لکھا ہے اور میری نگاہ ''از راہ کرم پورا شعر اور شاعر کا نام تحریر فرمادیں۔ ممنون متشکر ہوں گا۔''

پر کیوں مرکوز ہوگئی۔ اب تو دانشوروں کا ایک ٹریبونل ہی یہ فیصلہ کرے گا کہ دونوں میں زیادہ جاذب نظر اور جاذب توجہ کون ہے؟ وہ مصرع یا وہ عبارت۔ سردست ہم لوگ اس بحث کو التوا میں ڈال دیں۔ آپ نے بھی اپنے تازہ ترین مکتوب (۹رجولائی ۲۰۱۳ء) میں لکھا ہے کہ ''اس عریضہ کی چنداں ضرورت نہیں تھی اسے تقریب کچھ تو بہر ملاقات پر محمول فرمائیں'' آپ کی تحریر سر اور آنکھوں پر۔

اپنی تنقیدی تحریر کے آخر میں آپ نے یہ ارقام فرمایا ہے کہ
''اگر انصاف ودیانت متقاضی ہوں اور مصلحت مانع نہ ہو تو اس تحریر پر اپنا عندیہ ظاہر فرمائیں۔''

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ؂

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلہ مسجد ہوں، نہ تہذیب کا فرزند
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

آپ نے اپنے زیر تکمیل تنقیدی مضمون کے جو اقتباسات نقل فرمائے ہیں ان کے مطابق واقعی صاحب ایمان، میں اعلان نون جائز نہیں ہے۔ اس سے احتراز کرنا چاہیے تھا۔ جگہ لفظ کی بھی کھپت شعر میں صحیح طور پر نہیں ہوسکی ہے۔ اس کی ''ہ'' تقطیع میں ساقط ہو رہی ہے۔ ''طرح'' کے بارے میں عرض ہے کہ اس کا تلفظ دونوں طرح رائج ہے۔ یعنی ''طَرْ ح'' اول مفتوح اور دوم وسوم ساکن، اور ''طَرَح'' اول ودوم مفتوح اور سوم ساکن۔ اس لیے بعض عروض دانوں کے نزدیک اِن کے جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ میں اس سلسلہ میں کوئی حتمی رائے نہیں دے سکتا۔ ''قدر'' بالفتح اور بفتحتین کے تعلق سے آپ کا نقطۂ نظر بالکل درست ہے۔ اور آپ نے اس سلسلہ میں کلام رضا سے وافر مثالیں فراہم کردی ہیں۔ اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ لفظ ''نَبَوی'' درست ہے، نَبْوی نہیں۔ لیکن کہیں کہیں شعری تقاضے بھی پورے کرنے ہوتے ہیں اور کبھی کبھی پاسبانِ اُصول کو تنہا بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ میرے نزدیک تنقید جدید عروض اور لسانی موشگافیوں کے مقابلے میں فکری اور نظریاتی مباحث کو زیادہ ترجیح دیتی ہے اور اسی پر اپنی توجہ مرکوز رکھتی ہے۔ اس لیے ڈاکٹر شکیل کا جو شعر آپ نے تحریر فرمایا ہے۔

کرتی ہیں نعتیں رضا کی رہنمائی اے شکیل
سامنے اب اپنے کوئی اور مجموعہ نہیں

کو میں اس تناظر میں لیتا ہوں کہ انھوں نے افکار وخیالات کی سطح پر حضرت رضا کو خضر راہ تسلیم کیا ہے۔ یہ بالکل وہی بات ہوئی جو حضرت رضا کے اس مشہور شعر سے مترشح ہے۔

رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرتِ حسان بس ہے

آپ یقین فرمائیں یہ شعر لکھ کر میں نہ تو ڈاکٹر شکیل اعظمی کے کلام کی فنی کمزوریوں کے

لیے سند جواز فراہم کر رہا ہوں اور نہ تو اُن کے وکیل صفائی کی حیثیت سے بیان دے رہا ہوں میری نہ اُن سے کبھی کی ملاقات ہے، نہ مراسلت نہ شرف تکلم ہی حاصل ہے۔ میں پہلے فن کو دیکھتا ہوں فنکار کو نہیں۔ اس لیے ڈاکٹر شکیل کے بارے میں ایک مطبوعہ رسالہ میں میرے ایک خط کا جو جملہ آپ نے نقل فرمایا ہے وہ ''سخن فہمی'' پر مبنی ہے ''طرفداری'' کی اس میں کوئی بات نہیں ؎

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ ترے دل میں اتر جائے میری بات

بہر کیف آپ بہت پیارا خط لکھتے ہیں۔ اس لیے یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''ابھی بہت سے نوادر غیر موہوبہ محفوظ ہیں بس آپ کی اجازت درکار ہے۔'' میرے محترم اجازت ہی اجازت ہے میں آج ہی سے سراپا انتظار ہوں۔ خدا کرے آپ خیریت سے رہیں۔

طالب دعا

فاروق احمد صدیقی

۲۶ر رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

باسمہٖ تعالیٰ

محترم پروفیسر صاحب.............تسلیمات وخیر

وطن مالوف سے واپسی کے بعد والا نامہ نظر نواز ہوا، شکریہ، ماہ صیام کے عشرۂ مغفرت میں جناب والا نے اس گنہگار کو یاد کیا، کلمات خیر سے شاد کیا اللہ تعالیٰ آپ کے حسنات کو مضاعف کرے اور میرے سیٔیات کو حسنات میں تبدیل کردے۔ آمین

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

آپ کا مشورہ کہ ''سردست ہم لوگ اس بحث کو التوا میں ڈال دیں۔'' سر آنکھوں پر، میں تو اس دوسرے مبحث میں بھی منھ سی لیتا لیکن جوابی مکتوب میں کچھ خلا محسوس ہوا، اس کو پُر کرنے کی گزارش کے ساتھ رشتۂ مودت اور سلسلۂ مراسلت کا امتداد بھی مقصود ہے اس لیے معروض خدمت، کہ میں نے ''طرح'' کے تعلق سے لکھا تھا کہ تینوں شعروں میں ''طرح'' کی ''ح'' ساقط ہوگئی اس پر اظہار خیال کے بجائے آپ کی توجہ ''طرح'' کے اعراب پر مرکوز ہوگئی۔

اعلان نون ''جگہ'' اور ''قدر'' کے سوا اور کچھ بھی معرض تحریر میں آیا تھا آپ کے سکوت سے کون سا پلۂ میزان جھکا؟ پتا نہ چلا۔ نبوی کے بارے میں آپ کا موقف اپنی جگہ لیکن جو لوگ خود کو اساتذۂ سخن اور ماہرین فن میں شمار کرتے ہیں یہ ان کی شانِ رفیع کے مناسب نہیں بلکہ منافی ہونا چاہیے۔

ارشادگرامی کہ ''انھوں نے افکار وخیالات کی سطح پر حضرت رضا کو خضر راہ تسلیم کیا ہے'' کاش کہ ڈاکٹر صاحب بھی اقبال کرلیں کہ انھوں نے فقط افکار وخیالات کی حد تک حضرت رضا کو خضر راہ تسلیم کیا ہے، ادبی، فنی اور لسانی حیثیت سے نہیں۔ حضرت رضا کے فکر وخیال اور نیاز کیشی کی جھلک ملاحظہ ہو۔

رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسان بس ہے
کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
کہ رضائے عجمی ہو سگ حسان عرب

اور شکیل صاحب کی پرواز!

چند ٹوٹے پھوٹے جملے نذر لایا ہوں شکیل

کاش مل جائے اسے حسان کا طرز بیاں

میں نے نوادر غیر موہوبہ کی بات ضرور کی تھی۔ اجازت بھی طلب کی تھی، مل بھی گئی لیکن جناب والا کے ارشاد بلیغ کے بعد کہ "جواباً حافظ وشبلی کے دو شعر لکھ کر آپ نے حساب برابر کرلیا۔" اب ان آرا امیدگانِ کہف سکون کو میٹھی نیند سونے دیجئے۔

امید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ والسلام

احقر العباد

شرر مصباحی

۲۰ر اگست ۲۰۱۳ء

مراسلت

ڈاکٹر شرر مصباحی مبارکپوری
سابق صدر شعبۂ معالجات
طبیہ کالج دہلی یونیورسٹی

و

ڈاکٹر سید طلحہ رضوی برقؔ داناپوری
سابق صدر شعبۂ اردو و فارسی
ویر کنور سنگھ یونیورسٹی آرہ بہار

باسمہٖ تعالیٰ

محترم برق صاحب...........السلام علیکم

چند روز پہلے ماہ نور کے دفتر میں نیاز حاصل ہوا تھا۔ اشرف العلما نمبر کے لئے آپ کا مرسلہ قطعۂ تاریخ (کمپوز شدہ) تصحیح کے لیے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا جس میں ایک مصرع یوں کمپوز ہو گیا تھا

"الٰہی نامش تابدز ارض تا بہ سما"

آپ نے اس کی تصحیح یوں کی

"الٰہی نامش بتابدز ارض تا بہ سما"

آپ کے اٹھتے اٹھتے میں نے اس مصرع کو کمپوز شدہ کے مطابق پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں، یوں یہ مصرع ناموزوں ہو جائے گا۔ اس وقت آفس میں بچے موجود تھے میں نے کچھ کہنا خلاف مصلحت خیال کیا۔ آپ کے جانے کے بعد میں نے ایک ملازم کو رضوی کتاب گھر کے دفتر میں بھیجا تا کہ آپ سے ملاقات کر کے اکیلے میں بات کروں لیکن معلوم ہوا کہ آپ جا چکے ہیں معاً خیال آیا کہ اچھا ہی ہوا کیوں کہ فروعی مسائل ہمہ وقت ذہن میں مستحضر نہیں رہتے، اس وقت تحریر کے ذریعہ رابطہ کر رہا ہوں تا کہ اطمینان کے ساتھ عرض مدعا پر غور فرما سکیں۔

میرے خیال میں "الٰہی نامش تابدز ارض تا بہ سما" کسی طرح ناموزوں نہیں ہے بلکہ "نامش بتابد" میں جو ثقل ہے وہ بھی یہاں معدوم ہے۔ اب یہ مصرع کیسے موزوں ہے، یہاں کون ساز حاف مؤثر ہے اور کس طرح عروضی مطالبہ پورا ہوتا ہے بس یہی سمجھنے کی چیز ہے۔

"خدا سلامت رکھے حضور والا کو"

والسلام

احقر شرر مصباحی

۱۱ر فروری ۲۰۰۸ء

باسمہٖ تعالیٰ

کرم فرمائے بندہ حضرت شرر مصباحی زاد لطفکم ....سلام عقیدت

والا نامہ نے سرافراز کیا۔

اس مصرع کی املا جو آپ نے کی ہے اسے کون نا درست کہے گا۔

اس مصرع میں دراصل نا مَش نہیں بلکہ نا مُش بطرز ایرانیان تلفظ کرتا ہوں اس طرح بھی مصرع موزوں ہی رہتا ہے۔

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

میں کئی زحافات آتے اور آسکتے ہیں۔ ابھی سب مستحضر نہیں۔ آپ نے اسے درست فرمادیا تو درست ہے۔ میں آپ کو سند مانتا ہوں۔

اگر غلط بھی ہو تو درست فرمادیں، مجھے آپ کی ہر اصلاح قبول ہوگی۔

والسلام

نیاز مند

برق عفی عنہ

۱۴ر فروری ۲۰۰۸

باسمہٖ تعالیٰ

اخی الکبیر پروفیسر سید محمد طلحہ رضوی برق مدظلہ .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج عالی!

والانامہ موصول ہوا، شکریہ۔ میں نے اپنے مکتوب میں آپ کے تصحیح کردہ مصرع ''الٰہی نامُش بتابدز ارض تا بہ سما'' کو تو چھیڑا ہی نہیں تھا اس لیے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی بلکہ وہ تو علی حالہ اشرف العلما نمبر میں شائع ہورہا ہے۔ مسئلہ تو تب پیدا ہوا جب میری زبان سے ''الٰہی نامُش تابدز ارض تا بہ سما'' ادا ہوگیا اور آپ نے برجستہ کہہ دیا کہ نہیں، یوں یہ مصرع ناموزوں ہوجائے گا۔ اسی لیے چند سطریں لکھنی پڑیں تا کہ واضح ہوجائے کہ مصرع یوں بھی درست ہے بلکہ جو ثقل ''نامُش بتابدالخ'' میں تھا وہ بھی یہاں معدوم ہے۔ اب اس مصرع کا وزن ملاحظہ فرمائیں۔

''الٰہی نامُش تابد ز ارض تا بہ سما''
مفاعلن مفعولن مفاعلن فعلن

مثال

چلے چلو دل آگاہ کے اشارے پر
مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن
محال وممکن سب اس کے اختیار میں ہے
مفاعلن مفعولن مفاعلن فعلن

سلسلۂ افاضہ قائم ہے تو کچھ اور ثواب حاصل کرتا چلوں۔ اسی قطعۂ تاریخ میں ایک شعر ہے۔

سروش داد مرا ایں دو مصرع تاریخ
زسنِّ ہجری وسنِّ نہفتنِ عیسیٰ

یہاں سال کی جگہ سن تشدید نون کے ساتھ دونوں جگہ استعمال ہوا ہے۔ کیا عربی یا فارسی میں سال کے معنی میں اس کا استعمال (بہ تشدید نون) عند الفصحا شائع وذائع ہے؟ اور کیا فن

کی طرح سن کے بھی سارے حروف اصلی ہیں؟ فصحا کے کلام سے جواب مطلوب ہے۔ نیز "سنِ نہفتنِ عیسیٰ" سے مستفاد ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء سے سن عیسوی کی ابتدا کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ غور کیجئے اس کے مضمرات بہت دوررس ہو سکتے ہیں۔

والسلام

شرر مصباحی

۱۵ر فروری ۲۰۰۸ء

پرنسپل کوٹھی، طبیہ کالج، قرول باغ، نئی دہلی

باسمہٖ تعالیٰ

اخی الکبیر پروفیسر طلحہ صاحب .... السلام علیکم

۱۵ر فروری ۲۰۰۸ء کو عزیز گرامی سید ساجد ہاشمی کے توسط سے دوسرا عریضہ حاضر خدمت کیا گیا، آں موصوف نے دوسرے دن مجھے اطلاع دی کہ آپ اس کا جواب پٹنہ پہنچ کر ارسال کریں گے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ دوبارہ دہلی تشریف لائے مگر نیاز وملاقات کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ میں نے اپنے عریضہ میں یہ بھی لکھا تھا کہ "پہلے رقعہ کا جواب اصاغر نوازی کے تحت تھا لیکن اس عریضہ کا جواب واجب ہے" پھر بھی احقر روئے التفات سے محروم رہا۔

حضور والا! یہ ایک علمی استفسار ہے شرع شریف سے بھی اس کا من وجہ تعلق ہے اس لیے جواب سے شادکام فرمائیں۔

والسلام

منتظر الجواب

شرر مصباحی

بتاریخ ۲۱ر اپریل ۲۰۰۸ء

باسمہٖ تعالیٰ

محبّ مکرم ومحترم ڈاکٹر شرر مصباحی زیدمجدکم ....وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید کہ بعافیت ہوں گے۔

فروری میں آپ سے بہت مختصر ملاقاتیں رہیں۔ برادرم ساجد ہاشمی صاحب کی معرفت گرامی نامہ ملا تھا، مشغولیت بہت تھی اور ذہن پراگندہ۔ جواب خط مجھے فوری دینا تھا مگر تاخیر ہوتی گئی، شرمندہ ہوں ۔

جرعۂ دہ کہ بمیخانۂ ارباب کرم
ہر حریفی زپئے ملتمسی می آید

آج کوریئر سے پھر والا نامہ موصول ہوا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ بخدا میں بیحد ممنون ہوں آپ کا کہ بعض سنجیدہ فروگذاشت کی طرف مجھے متوجہ کیا۔ مجھے اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کے اعتراف میں کوئی عار نہیں۔ سوچا تھا کہ بالمشافہ باتیں ہوں گی اور کچھ حاصل کروں گا ۔

سخن بے غرض از بندۂ مخلص بشنو
اے کہ منظور بزرگان حقیقت بینی

بہرحال عرض ہے کہ آپ نے میرے قطعۂ تاریخ کا یہ مصرع

(۱) الٰہی نامُش بتابد ز ارض تابہ سما
(مفاعلن، فعلاتن، مفاعلن، فعلن)

یوں پڑھا تھا:

الٰہی نامَش تابد زارض تابہ سما
(مفاعلن، مفعولن، مفاعلن، فعلن)

یہ دونوں وزن بحر مجتث مخبون محذوف یا مشعث محذوف کے ہیں اور دونوں مصرعے صحیح ہیں میں رواروی میں تھا آپ سے سن کر غور نہ کر سکا اور ناموزوں کہہ گیا جس کے لیے سراپا نادم ہوں دراصل ذہن سے اپنا ہی مصرعہ چپکا ہوا تھا۔

(۲) میں نے چوتھے شعر میں لفظ سن کو مشدد استعمال کیا ہے جب کہ سن کی جگہ لفظ سال کا

استعمال ہی صحیح، فصیح اور رواں ہوتا۔ ویسے لفظ سن کو لغات میں مشدد ہی لکھا ہے۔

(i) فرہنگ عامرہ: سن، (سنّ) مقدار عمر، سال، جمع سنین

(ii) واژہ نامہٗ نوین: سن: س نّ: دندان، مقداری کہ از عمر شخص گذشت

(iii) فرہنگ ہمراہ: سن۔ Age

Persian English Dic tionary by F. Steingars(iv)

سن Sann' Year' Age' Period of life

Sinn u sal' Sinn-e-bulugh' Sinn-e-Tamiz

ظاہر ہے سنّ مشدد عمر کے ایک حصے، وقفے اور Period کے لیے ہے اور سنہ صرف ایک سال (حول، گردشی) کے لیے مستعمل ہے۔ بے شک تاریخ گویوں نے سال کے لیے سن مشدد نہیں بلکہ سنہ استعمال کیا ہے، مثلاً علامہ سعید حسرتؔ لکھتے ہیں ؎

ہو منعم زشش جہت بشنو سنہٗ رحلتش از اں برگیر (۱۲۶۶)

صاحب تاریخ کملا احمد کبیر حیرتؔ نے بھی لفظ سن استعمال کیا ہے مگر مشدد نہیں مثلاً

مطبوع بطبع شد زشوق احبابؔ اے طبع نویسم چہ سن طبع سنش
در صوری و معنوی بگو اے حیرتؔ ہفت و نود و ہزار و دو صد زسنش

مجھے اعتراف ہے کہ سن مشدد کا استعمال بجائے سال غلط ہے۔

(۳) تیسری بات ''نہفتنِ عیسیٰ'' کی، تو میرا یہ قطعہ اشرف العلما کے سانحہٗ ارتحال پر ۲۰۰۴ء میں ہی ماہنامہ کنز الایمان دہلی میں چھپ چکا ہے اور پھر میری کتاب ''چہل قطعہ تاریخ''، مطبوعہ جولائی ۲۰۰۷ء میں بھی شامل ہے۔ ہر دو جگہ ''سن ولادت عیسیٰ'' ہی چھپا ہے کہ میں نے یہی لکھا تھا۔

لطیفہ یہ ہے کہ میرے ایک فاضل دوست نے .B.C اور .A.D کا مطلب یوں سمجھایا کہ Before ehrist=B.C اور After Death=A.D. ہے یعنی حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے کے بعد۔ میں اپنی کم علمی سے اس نا سمجھی اور مغالطے کا شکار ہو گیا۔ اپنا عقیدہ چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کا ہے لہٰذا وصال

وانتقال لکھ نہیں سکتا تھا۔ ولادت کو نہفتن سے بدل کر رسالہ ''ماہ نور'' کو بھیج دیا۔ آپ نے بکمال لطف مجھے اس طرف متوجہ کیا۔ عیسوی سن ولادت عیسیٰ سے ہی منسوب ہے۔ رسالہ پریس کو جاچکا تھا اور میں افسوس کر کے رہ گیا۔

وفا کنیم وملامت کشیم وخوش باشیم　　　که در طریقت ما کافریست رنجیدن

ممکن ہے ۷، ۸ر مئی کو دلی میں شرف ملاقات حاصل کروں۔

خدا کرے آپ خیر و عافیت سے ہوں، آمین

والسلام

محتاج دعاء

طلحہ رضوی برق

یکم مئی ۲۰۰۸ء

باسمہٖ تعالیٰ

محترم پروفیسر صاحب............وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بخیر ہوں آپ کا دہلی میں قیام تھا تو افادہ واستفادہ کا سلسلہ قائم تھا۔اب وہ ایام یادگار ہوکر رہ گئے ہیں۔ولدی الاعز منظر سعید کی شادی خانہ آبادی کے موقع پر آپ کا مرسلہ سہرا علمی حلقوں میں بہت پسند کیا گیا اس کی مطبوعہ کاپی ارسال کرنے میں تاخیر ہوئی، اس تاخیر کی کوئی معقول توجیہ یا قابل قبول عذر پیش کرنے سے قاصر ہوں، بس جناب والا کے ترحم خسروانہ سے درگزر کی توقع ہے۔

گزشتہ سال ۱۳؍جنوری ۲۰۱۲ء کو اہلیہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا۔اس سانحہ کا دل ودماغ پر اثر ہے۔مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

والسلام

طالب دعا شرر مصباحی

۲۵؍مارچ ۲۰۱۳ء

حضرت مخدومی المکرم زاد اللہ شانکم   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت است وباد

کل کی ڈاک سے والا نامہ، مطبوعہ سہرے اور اخباری تراشے موصول ہوئے۔ یاد فرمائی وبرق نوازی کے لیے سراپا سپاس ہوں۔

فروری ۲۰۱۴ء تک ہی دہلی یونیورسٹی سے وابستہ رہا، ایک سال کا مزید اضافہ ہورہا تھا مگر میں نے معذرت چاہ لی۔ دو سال وہاں رہا، آپ لوگوں کی صحبت سے فیضیاب ہوا، دل بھی لگا ساتھ ہی دہلی کے سیاسی ومنافقانہ ماحول کا بھی اندازہ ہوا۔ بہرحال یہی دنیا ہے۔

میں وہیں تھا تو آپ کی اہلیہ صاحبہ کے انتقال پرملال کی خبر ملی تھی۔ تفصیل تو کچھ معلوم نہ ہوسکی، آپ وطن جاچکے تھے۔ کوشش کے باوجود آپ سے رابطہ نہ ہوسکا۔ زبانی تعزیت ساجد ہاشمی صاحب اور مولانا ظفر برکاتی کے توسط سے کہوائی تھی شاید وہ بھی نہ پہنچی۔

اچھا کیا آپ نے تراشے بھیج دیئے۔ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت اس وقت بھی کی تھی اور اب بھی کرتا ہوں کرتا رہوں گا۔

کنزالایمان اور جام نور کی سالانہ رقم پابندی سے پیش کردیا کرتا ہوں کہ اپنے رسالے ہیں مگر شمارے مجھے شاذ ہی ملتے ہیں۔ وہ بھیجتے تو ضرور ہوں گے، کہاں ضایع جاتا ہے معلوم نہیں مارچ وجولائی ۲۰۱۲ء کے شمارے بھی نہیں ملے ہیں۔

تراشے میں آپ کی نظم ''تأثرات'' پڑھ کے دل بھر آیا، گھایل کی گت گھایل جانے...... اپنا غم بھی تازہ ہوگیا۔ عزیزم منظر سعید سلمہ کا سہرا بھی بہت خوب چھپا ہے اسے فریم کرا کے اپنے حجرے میں آویزاں رکھوں گا۔ آپ کے اشعار بھی اسی قافیہ ردیف میں نہایت عمدہ ہیں۔ ظاہر ہے ''از دل خیزد بر دل ریزد'' اللہ تعالیٰ موصوف سلمہ کو شاداں وفرحاں کامیاب وکامراں رکھے آمین ثم آمین۔ مناصب التواریخ مودبانہ پیش خدمت ہے

کہ آشنا سخن آشنا نگہ دارد

صحت میری بھی بہت کمزور ہوتی جارہی ہے۔ دعاء اوقات خصوصی میں یاد رکھیں۔

ایک قطعۂ تاریخ وصال ہوگیا تھا۔ ارسال خدمت ہے بنظر اصلاح ملاحظہ فرمائیں۔ والسلام

محتاج دعا

برقؔ عفی عنہ

۴؍ اپریل ۲۰۱۳ء

قطعۂ تاریخ

بہ سانحۂ اِرتحال بی بی ناصرہ خاتون اہلیۂ حضرت علامہ فضل الرحمٰن شرؔر مصباحی زید مجدہٗ

از : طلحہ رضوی برقؔ

رخصت ہوئیں اہلیۂ حضرت شرؔر — آہ آ پڑا اُن پر غم و رنج و تعب

یہ اِمتحانِ سخت ہے اِس عمر میں — پیری ضعیفی اُس پہ تنہائی غضب

تخلیق کی اپنی مگر غایت بھی ہے — ہم لوگ ہیں پیدا ہوئے کیا بے سبب

راضی رضائے حق سے ہوں ہر حال میں — دل میں رہے یادِ الٰہی روز و شب

تکلیف میں دامن نہ چھوٹے صبر کا — آرام میں ہو شکر ادا ہر دم زِلب

دنیائے فانی کا یہی دستور ہے — آیا تو ہوں پر کیا خبر موت آئے کب

مرحوم کے حق میں ہے طلحہ کی دعا — اس کا کرم ہو تو بنے یابس رُطَبْ

بس از طفیل رحمۃ للعٰلمیں — فرمادے ان کی مغفرت اے سب کے رَب

رحمت سے اپنی ڈھک لے خیر الرحمیں — سہو اور خطائیں بخش دے جنتی ہوں سب

تاریخ رحلت کی جو میں نے فکر کی — آئینۂ غم میں بھی تھا عکسِ طرب

اے برقؔ دل نے کہہ دیا ہے ''اختلاج''

خلد آشیاں ہیں ناصرہ خاتون اب

۱۴ ھ ۳۳

تاثرات

بروفات حسرت آیات اہلیہ صاحبہ متوفیہ ۱۳؍جنوری ۲۰۱۲ء

ہر زمانے کی عمر ہوتی ہے عمر کے بھی زمانے ہوتے ہیں

وقتِ موعود تک ہی انساں کے زیست کے تانے بانے ہوتے ہیں

اور پھر ہاتھ کچھ نہیں آتا اشکِ حسرت بہانے ہوتے ہیں

جو کبھی جان تھے حقیقت کی ایسے بھی کچھ فسانے ہوتے ہیں

طائرِ جاں ترے تحیّر کو کتنے آئینہ خانے ہوتے ہیں

کیا خبر کس بہانے آجائے موت کے سو بہانے ہوتے ہیں

اِس شکاری کے دام میں کیا کیا سبزہ ہوتا ہے دانے ہوتے ہیں

جان پر کھیل کر، ہمیں اے مرگ ناز تیرے اٹھانے ہوتے ہیں

گھونسلے دم میں ہوتے ہیں برباد مدتوں تک بنانے ہوتے ہیں

غافلو! یہ قضا کے تیر کے ہیں بے خطا یہ نشانے ہوتے ہیں

خوش نوایانِ باغ حق کے شؔرر
خلد میں آشیانے ہوتے ہیں

شررمصباحی

تأثرات

خندۂ گل کو کیا ہوا ایسا تو کچھ گماں نہ تھا
ایسی تو کچھ ہوا نہ تھی ایسا تو کچھ سماں نہ تھا
پہلے بھی دل فگار تھا اتنا مگر تپاں نہ تھا
سوزِ دروں تو تھا مگر اتنا بلائے جاں نہ تھا
سرمۂ دودِ آہ تو حلق گرفتہ تھا مگر
نالۂ نے میں اس قدر سوزِ جگر نہاں نہ تھا
آہ وہ جبر و بے کسی اور وہ صبر و بندگی
درد تو تھا صدا نہ تھی آگ تو تھی دھواں نہ تھا
اپنی متاعِ زیست تو چشم زدن میں لٹ گئی
مانا یہ سانحہ کوئی نادرۂ جہاں نہ تھا
نرگسِ کور دیدہ کی لگ ہی گئی نظر تجھے
لالۂ بے کلف مرے وہم کو بھی گماں نہ تھا
ہائے نصیب دشمناں آنکھ کھلی تو الاماں
زیرِ قدم زمیں تو تھی سر پر آسماں نہ تھا

☆☆☆

شرر مصباحی ۔۔ ۳۱ر مئی ۲۰۱۲ء

مراسلت

ڈاکٹر شرر مصباحی مبارکپوری
سابق صدر شعبۂ معالجات
طبیہ کالج دہلی یونیورسٹی

و

پروفیسر عنوان چشتی
سابق صدر شعبۂ اردو
جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

محترم عنوان چشتی صاحب پروفیسر جامعہ ملیہ۔ نئی دہلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ماہنامہ قاری دہلی کے شمارہ جولائی ۸۶ء میں ایک مضمون ''سید سلیمان ندوی کا تصور نبوت وبشریت'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے جو آپ کی علمی وفکری بصیرت کا آئینہ دار ہے، ایک مقام پر آپ نے ذات باری تعالیٰ کے لئے ''ذہن'' کا لفظ استعمال کیا ہے، عبارت یہ ہے: ''ابن عربی کے نظریہ تجدد وامثال کے مطابق ذات باری تعالیٰ کے ذہن میں ایک خاکہ تھا الخ''

نہایت ادب کے ساتھ استفسار ہے کہ یہاں پر ذہن کا لفظ سبقت قلمی کا نتیجہ ہے یا قصداً تحریر کیا گیا ہے؟ میری ناقص رائے میں ''ذہن'' خالص تجدد وحدوث پر دلالت کرتا ہے، اس لئے اس کا استعمال ذات باری تعالیٰ کے لیے نہیں ہونا چاہیے۔ امید کہ اپنے عندیہ سے مطلع فرمائیں گے۔

والسلام مع الاحترام

احقر

فضل الرحمٰن شرر مصباحی

لکچرر طبیہ کالج، قرول باغ، نئی دہلی

4/9/1986

محترم المقام ڈاکٹر فضل الرحمٰن شررؔ مصباحی صاحب......سلام ورحمت!

آپ کا دستی عنایت نامہ موصول ہوا۔ ممنون ہوں کہ آپ نے ازراہِ کرم یاد فرمایا۔ آپ نے میرے مقالے ''سید سلیمان ندوی کا تصورِ بشریت ونبوت'' کو پسند فرمایا، اس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ علمی اور دینی کام تو آپ حضرات کو زیب دیتا ہے۔ البتہ انگلی کٹا کر میں بھی شہیدوں میں شامل ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔

اس وقت اسلام کی جڑیں اندر سے جس تیزی سے کاٹی جارہی ہیں۔ شاید اس سے پہلے اتنی شدید یلغار نہ رہی ہو، میں تو ادبی اور علمی کام کرتا تھا۔ مجبوراً دینی کاموں میں شامل ہونا پڑا کہ اب خاموش تماشائی نہیں بنا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ مددگار رہے۔

آپ نے ''ذہن'' کے لفظ کی طرف توجہ دلائی اس کا شکریہ۔ وہ محض عام لوگوں کو سمجھانے کے لیے ہے۔ ورنہ میں آپ سے متفق ہوں۔

کبھی اِدھر تشریف لائیں تو غریب خانہ کو شرف بخشیے۔ میرے گھر کا پتا یہ ہے:

B-117, Jamia Enclaw Jamia Nagar

New Delhi-110025

مخلص

عنوان چشتی

۹؍ستمبر ۸۶ء

محترم عنوان چشتی صاحب............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والا نامہ موصول ہوا، شکریہ، اس پر آشوب دور میں آپ جیسے مفکر اور دانشور ہی کے ذریعہ قوم وملت کی فلاح ممکن ہے۔ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ وطلبہ کے ذہنی کرب کو دور کرنے کے لیے آپ حضرات ہی کے پاس نسخہ شفا ہے۔ مدارس کے مولویوں کے بارے میں بہ استثناء چند اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ

واعظاں کیں جلوہ بر محراب ومنبر می کنند
چوں بہ خلوت می روند آں کار دیگر می کنند

اس لیے جو سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے اسے جاری رہنا چاہیے۔

''ذہن'' کے سلسلے میں بات بالکل واضح ہے کہ ذات واجب الوجود کے لیے حالت منتظرہ نہیں ہے اس لئے اس لفظ کا اطلاق ذات باری پر نہیں ہوسکتا۔

چند روز پہلے حیدر آباد کے ایک صاحب نے مجھ سے میرا مختصر تعارف چاہا تھا، میں نے ارتجالاً ایک قطعہ تعارف لکھ کر پیش کر دیا، آپ کی خدمت میں اس امید کے ساتھ بھیج رہا ہوں کہ آپ اس کی فنی وعروضی خامیوں سے مجھے باخبر کریں گے۔ والسلام

احقر

شرر مصباحی

13/9/86

محترم مولانا فضل الرحمٰن شرر مصباحی اعظمی صاحب......سلام ورحمت

۱۳ر ماہِ رواں کا عنایت نامہ نظر نواز ہوا۔ اور منظوم تعارف پڑھ کر تو گویا روح تازہ ہوگئی۔ آپ نے بہت مہذب اور دلکش انداز سے منظوم تعارف لکھا ہے۔ اس کو کہیں شائع ہونا چاہیے۔

میں جولائی سے اب تک علیل ہوں۔ ضعف معدہ لاحق ہے۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ میری آنتیں کمزور ہوگئی ہیں۔ اس لیے مقوی غذائیں متاثر کرتی ہیں۔ اب تو یہ حال ہے کہ اگر شکم سیر ہوکر کھالیتا ہوں تو اپھارے کی سی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ پیٹ پھول جاتا ہے اور اسہال شروع ہوجاتے ہیں۔ اس حالت میں کوئی کام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ غالب کی زبان مستعار لوں تو کہوں کہ مسیحا کو حال سنا رہا ہوں

دیکھئے پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے

اس امید پر لکھ رہا ہوں کہ آپ بلائیں گے یا خود تشریف لائیں گے۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص

عنوان چشتی

17/9/1986

محترم شرر مصباحی صاحب............سلام مسنون

۲۳ر ستمبر کو ایک حادثہ میں میرے دائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی، صاحب فراش اور خانہ نشیں ہوں۔ دعا فرمائیں۔

آپ نے جو تعارف ارسال کیا تھا وہ بہت دلچسپ ہے، آپ نے بحر ہزج مسدس کو تخلیقی انداز سے برتا ہے۔ اس تعارف میں خاص طور پر مندرجہ ذیل دو اوزان کا اجتماع کیا ہے، جو اپنی جگہ مستحسن ہیں۔

بحر ہزج مسدس اخرب مکفوف محذوف　　　مفعول، مفاعیل، فعولن

بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف　　　مفعول، مفاعلن، فعولن

آپ کا مقالہ ''قصیدۂ معراجیہ اور حرفِ روی'' نظر نواز ہوا۔ آپ نے حرفِ روی اور ایطا پر خیال انگیز گفتگو کی ہے، لیکن غالب کے مطلع میں مجھے ایطا، نظر نہیں آتا۔ غالب کا مطلع ہے:

نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

اس کے بعد یہ شعر ملتا ہے۔

میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبۂ دل
اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کے قوافی میں حرف روی نون نہیں، بلکہ الف ہے، غالب نے آئے جائے بن آئے وغیرہ قوافی استعمال کئے ہیں۔ غالب کے دوسرے مصرعہ میں ایک محاورہ نظم ہوا ہے۔ بات بنائے، یہاں بنائے اپنے اصل معنی میں نہیں ہے۔ محققِ طوسی نے یہی لکھا ہے۔

اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ حرفِ روی نون ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اصل الفاظ بن اور سن قرار پاتے ہیں۔ جن میں اختلاف حرکت قبل روی ہے۔ جس کو اصطلاح میں اختلافِ

توجیہ بھی کہہ سکتے ہیں، اس صورتِ حال سے پیدا ہونے والے عیب کو ایطا نہیں کہتے بلکہ اقوا کہتے ہیں۔ حالاں کہ میری رائے اس مطلع کے بارے میں یہ ہے کہ نہ اس میں ایطا ہے نہ اقوا، ہوسکتا ہے کہ میری رائے صحیح نہ ہو آپ مجھے میری خامی سے آگاہ فرمائیں۔ اس کرمِ خاص کے لئے ممنون رہوں گا۔

یہ خط عزیزی شمسی تبریزی سے لکھوا رہا ہوں، اس بہانے تھوڑی دیر آپ سے شرفِ ملاقات کرتا رہا۔ اب اجازت چاہتا ہوں۔

مخلص

عنوان چشتی

30/9/1986

تعارف

رستہ پیالۂ خودی ہوں میں — آگاہ رموزِ بندگی ہوں میں
دیوانۂ عشقِ آگہی ہوں میں — بیگانۂ عیشِ زندگی ہوں میں
خلقت ہے پرستارِ کارِ قدرت — بندہ ہوں خدا کا آدمی ہوں میں
سودائے حسینؑ ہے سرِ سر ہے — شیدائے رسولِ ہاشمی ہوں میں
بوبکر خلیفۂ کریم کا — حامی بہ صداقتِ جلی ہوں میں
فاروق خلیفۂ دوم کا — تابع بہ ولائے قوی ہوں میں
سکانِ فلک میں غلغلہ ہے — آوارۂ کوچۂ غنی ہوں میں
مانند ہوں فرزند آسماں کا — خاکِ درِ گلشنِ علی ہوں میں
ہے پیر امام بوحنیفہ — شیخ الہدیٰ کا مقتدی ہوں میں
خوش علم ہوں ہے مرا مرشد — نعمت اللہ قادری ہوں میں
آنا ہے فقط مرا تعارف — سنی حنفی قادری ہوں میں

کہتا ہے شمس جیسے تو ہے
میں بندۂ ہیچکس نہیں ہوں

شمسی [illegible]

محترم عنوان چشتی صاحب..........سلام و خیر

آپ کا مرسلہ مکتوب ۵/اکتوبر ۱۹۸۶ء کو ملا۔ آپ نے ''تعارف'' کو بہت دلچسپ قرار دیا ہے۔ یہ آپ کی اصاغر نوازی کی ایک مثال ہے۔ حضرت والا۔ میں زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں، کتابوں کی ورق گردانی میں وقت ضرور گزارا لیکن میرے حصے میں جوہر علم بہت کم آسکا۔ شعر و ادب کے سلسلے میں یہ تلخ حقیقت بھی سن لیجئے کہ لکھنؤ میں قیام سے پہلے میں نے نواب جعفر علی خاں اثر لکھنوی سے تلمذ کا شرف حاصل کرنا چاہا مگر انہوں نے پیرانہ سالی کا عذر کر لیا بعد ازاں مولانا نیاز فتح پوری کی طرف رجوع کیا انہوں نے مجھ پر اتنا کرم کیا کہ ''نگار'' کے بہت سے شمارے مجھے دیے اور کہا کہ ان کا بالاستیعاب مطالعہ کرو جہاں کوئی بات سمجھ میں نہ آسکے بلا تکلف پوچھ لو۔ میرے لیے نیاز صاحب کا یہ کرم بہت تھا، لیکن استصواب واستشارہ کی نوبت آنے سے پہلے وہ پاکستان چلے گئے اور وہیں کے ہو رہے۔ اب لکھنؤ میں پروفیسر مسعود حسن رضوی کے سوا کوئی باقی نہ رہ گیا تھا لیکن وہ بھی گور میں پاؤں لٹکا چکے تھے۔ اس طرح میں کسی سے تلمذ کا فخر حاصل نہ کر سکا، ذوق سخن کی تسکین کے لیے صرف کتابوں کا سہارا لینا پڑا چنانچہ جو کچھ لکھتا ہوں وہ محض چند کتابوں کے مطالعہ کا نتیجہ ہے، عروض وقوافی اور شاعری کے فن سے متعلق میری معلومات بہت محدود ہیں، آپ جیسے صاحب فن کے سامنے میرے علم کا وجود گویا عدم کے برابر ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ میں من قال سے زیادہ ما قال پر یقین رکھتا ہوں۔

اس ضروری تمہید کے بعد معروض خدمت کہ آپ نے ''تعارف'' کو دلچسپ قرار دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ اس میں مندرجہ ذیل دو اوزان کا اجتماع ہے جو اپنی جگہ مستحسن ہیں۔

بحر ہزج مسدس اخرب مکفوف محذوف مفعول مفاعیل فعولن

بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف مفعول مفاعلن فعولن

عرض خدمت کہ میں نے قصداً ایک مصرع بھی (متذکرہ تعارف میں) بحر ہزج مسدس اخرب مکفوف محذوف میں نہیں کہا ہے، اگر آپ کی نظر میں ایسا کوئی مصرع ہو تو براہ کرم اس کی نشاندہی فرما دیجئے، کیوں کہ میرے علم کے مطابق مذکورہ بالا دونوں اوزان کا اجتماع تکلف

سے خالی نہیں ہے، اس کا مستحسن ہونا تو درکنار۔ ہاں بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف سے ایک رعایتی وزن پیدا کرلیا گیا ہے اور آپ بہتر جانتے ہیں کہ ایسے اوزان کا اجتماع مضائقہ ندارد۔ حاصل کلام یہ کہ تعارف میں جن دو اوزان کا اجتماع ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

مفعول مفاعلن فعولن

مفعولن فاعلن فعولن

میرے مضمون ''قصیدۂ معراجیہ اور حرف روی'' میں ایطا کے سلسلۂ ذکر میں غالب کا یہ شعر مذکور ہے۔

نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

پوری غزل کو نگاہ میں رکھتے ہوئے یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ غالب نے الف کو حرف روی قرار دیا ہے۔ حرف نون کو روی قرار دینا تو فرض بھی نہیں کیا جاسکتا اس لیے اقوا اور اختلاف توجیہ کا سوال ہی خارج از بحث ہے علاوہ ازیں سن اور بن کی حد تک تو توجیہ کا اختلاف سمجھ میں آتا ہے لیکن جب ''نون'' حرف وصل سے مل کر متحرک ہوگیا تو اختلاف توجیہ کی بات ہی ختم ہوگئی کیوں کہ مذہب اصح پر اختلاف توجیہ روی ساکن کی حرکت ماقبل کے اختلاف کو کہتے ہیں۔ مذکورہ بالا شعر میں اعتراض کی گنجائش یوں نکل آئی کہ حرف روی حرف اصلی ہوتا ہے ورنہ قافیہ کی بنیاد قائم نہ ہوسکے گی، بقول مولانا ابراحسنی گنوری مطلع کے ایک قافیہ کی روی اصلی ضرور ہونی چاہیے، اگر متذکرہ مطلع کے دونوں قوافی میں آئے۔ سنائے یا آئے، بنائے یا جائے، سنائے کا تناظر ہوتا تو اعتراض کی گنجائش نہ ہوتی لیکن دونوں قوافی میں الف اضافی ہونے کے سبب روی کا تحقق نہ ہوسکا۔ اس لیے ناچیز کے عندیہ میں یہاں اختلاف توجیہ کا عیب متصور نہیں۔ مزید عرض یہ ہے کہ غالب کے شعر میں ایطا کا قول احقر نے بحیثیت ناقل نقل کیا تھا۔

محاورہ نظم ہونے کی صورت میں محقق طوسی نے جو کچھ لکھا ہے ذہن اسے قبول کرتا ہے حادثہ کی خبر پڑھ کر دکھ ہوا، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ ۲۰؍اکتوبر کے بعد ملاقات کا شرف

حاصل کروں گا۔ اس وقت بہت مصروف ہوں۔ مجلّہ قاری کے شمارہ اکتوبر میں رباعیات بھی چھپی ہیں ان میں کاتب کی مہربانی سے الگ الگ دو رباعیوں کے ایک ایک شعر سے ایک نئی رباعی پیدا ہوگئی ہے جو بے ربط بھی ہے اور معیوب بھی۔

اے غوث وریٰ کے پیارے اعلیٰ حضرت   اے مجد وشرف کے تارے اعلیٰ حضرت

دل صاف جو ہوتا تو زبان سے کہتے   آقا ہیں ہمارے پیارے اعلیٰ حضرت

یہ دو رباعیوں کا علاحدہ علاحدہ شعر ہے ایڈیٹر قاری کو اس کی طرف متوجہ کیا جاچکا ہے۔

احقر

شرر مصباحی

10/10/1986

استفسار و جواب

ڈاکٹر شرر مصباحی مبارکپوری
سابق صدر شعبۂ معالجات
طبیہ کالج دہلی یونیورسٹی

و

مفتی محمد نظام الدین رضوی
صدر شعبۂ افتا، جامعہ اشرفیہ مبارکپور، یوپی

آفریں جہاں نام رکھنا حرام ہے؟

ماہنامہ کنزالایمان دہلی شمارہ مئی ۲۰۰۷ء میں ''فقہی احکام ومسائل'' کے تحت ایک فتویٰ[1] شائع ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے:

''آفریں جہاں نام رکھنا حرام وگناہ ہے کہ اس کا معنی ہے ''دنیا پیدا کرنے والا، دنیا کا خالق'' اور وہ محض اللہ عزوجل ہے لہذا جس نے یہ نام رکھا ہے فوراً توبہ کرے اور یہ نام بدل کر دوسرا جائز نام رکھے۔'' صفحہ ۱۱

اس سلسلہ میں عرض ہے:

کسی فعل کے حرام قرار دیے جانے کے لئے ضروری ہے کہ اس فعل سے روکنے کا لزوم ثبوتاً اور دلالۃً قطعی ہو لیکن آفریں جہاں نام میں یہ لزوم ثبوتاً اور دلالۃً قطعی نہیں معلوم ہوتا

---

[1] تذئیل — شفیع الرحمٰن اور آفریں جہاں نام رکھنے کا حکم

(۱) سوال بکر نے اپنے ایک لڑکے کا نام شفیع الرحمٰن اور ایک لڑکی کا نام آفریں جہاں رکھا ہے۔ زید نے کہا کہ یہ نام درست نہیں ہے اور ان دونوں ناموں کو بدل کر کوئی دوسرا نام رکھو۔ کیوں کہ یہ دونوں نام مکلف بندہ کے لئے درست نہیں ہیں اور ایسے نام رکھنے والے والدین تازندگی گناہوں میں ملوث ہوں گے اور اندیشہ ہے کہ ایسے نام رکھنے کی وجہ سے بکر کا ایمان زائل نہ ہو جائے، اور بکر کے لڑکا اور لڑکی شعور کے دہلیز پر قدم رکھتے ہی اگر خود اپنا نام نہیں بدلے تو دونوں تازندگی گنہگار ہوتے رہیں گے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں کہ کیا زید کا قول درست ہے؟ اگر درست ہے تو پھر بکر کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز وضاحت فرمائیں کہ شفیع الرحمٰن جو بلوغت کے دہلیز پر پہنچ چکا ہے ذی شعور بھی ہے اور پڑھا لکھا قابل شخص بھی ہے تو کیا شریعت کے اعتبار سے شفیع الرحمٰن بھی گنہگار ہے۔ جب کہ آفرین جہاں ابھی نابالغہ ہے مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی محمد ریاض الدین رضوی مکان نمبر ۸۲۱ گلی نمبر ۹ سوروپ نگر دہلی

جواب: (۱) شفیع الرحمٰن یا شفیع اللہ نام رکھنا حرام وگناہ نہیں مگر ایسے ناموں سے بچنا چاہیے جن میں خودستائی ہو۔ علما وحفاظ بارگاہِ الٰہی میں شفاعت کریں گے جو ان کے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے اس لیے کسی بچے کا نام شفیع رکھنے میں اس کی تعریف ضرور ہے۔ البتہ آفریں جہاں نام رکھنا حرام وگناہ ہے کہ اس کا معنی ہے ''دنیا کا پیدا کرنے والا، دنیا کا خالق'' اور وہ محض اللہ عزوجل ہے لہٰذا جس نے یہ نام رکھا ہے فوراً توبہ کرے اور یہ نام بدل کر دوسرا جائز نام رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد رئیس برکاتی مصباحی ۱۹ر ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

کیوں کہ ''آفریں'' مستقل ایک کلمہ ہے جو شادباش، شادزی، مرحبا، احسنت، بارک اللہ، مرحبا بک، طوبیٰ لک کے معنی میں مستعمل ہے، (معاجم) جیسے ؎

این زمستاں بہار دولت اوست   آفریں برچنیں زمستاں باد
مرا آفریں برتو نفریں بود   ہماں نام تو شاہ بے دیں بود

(فردوسی)

نیز اس کی اضافت دیگر اسما کی طرف ہوتی ہے جیسے ؎

درودِ جہاں آفریں برتو باد   ہماں آفرینِ زمیں برتو باد
خرد مند دہ پیر ماندہ بجائے   زبانہا پُر از آفرینِ خدائے

(فردوسی)

اس لیے کیوں نہ آفریں جہاں (بہ فک اضافت) کی اصل آفرینِ جہاں (بہ کسرۂ اضافت) قرار دی جائے جیسے نور جہاں، حور جہاں جو اصلاً نورِ جہاں، حورِ جہاں ہے۔ (مگر عرفاً فک اضافت سے شائع وذائع ہے) امید کہ صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ اس معروضہ کا جواب عنایت فرمائیں گے۔

شرر مصباحی
پرنسپل کوٹھی، طبیہ کالج، قرول باغ نئی دہلی

''آفریں جہاں'' نام کے تعلق سے شائع شدہ فتویٰ کی وضاحت

ماہنامہ کنز الایمان دہلی شمارہ مئی ۲۰۰۷ء میں مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج کا یہ فتویٰ شائع ہوا تھا۔ ''آفریں جہاں نام رکھنا حرام وگناہ ہے کہ اس کا معنی ہے دنیا پیدا کرنے والا، دنیا کا خالق اور وہ محض اللہ عزوجل ہے۔''

اس کے تعلق سے عالی جاہ محترم شرر مصباحی صاحب دام مجدہم نے ماہنامہ کنز الایمان شمارہ جولائی ۲۰۰۷ء میں جو تحقیق فرمائی ہے وہ حق ہے اور قبول حق کے لیے ہمیشہ اپنا دل کھلا رکھنا چاہیے۔ ہم اس تحقیق پر انہیں ''آفریں صد آفریں'' کہتے ہیں۔

اس فتوے کی تصدیق کے وقت میرے پیش نظر یہ بات تھی کہ مخلوق پر لفظ خالق کا اطلاق حرام بلکہ بسا اوقات کفر ہے کیوں کہ یہ لفظ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ مخصوص

اسما سے شمار کیا گیا ہے۔امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: وکذلک التسمی باسماء اللہ تعالیٰ المختصۃ بہ (حرام) کالرحمن والقدوس والمھیمن وخالق الخلق۔(شرح مسلم ص ۲۰۸ ج ۲) ساتھ ہی تنویر اور درمختار ور دالمحتار وغیرہا کی یہ عبارات بھی پیش نظر تھیں:

وکرہ قولہ فی دعائہ بمقعدالعزمن عرشک ولوبتقدیم العین وعن ابویوسف :لابأس بہ، وبہ اخذابواللیث للاثروالاحوط الامتناع الخ(درمختار) ان مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع عن التلفظ بھذا الکلام وان احتمل معنی صحیحاونظیرہ ماقالو ا فی "انامؤمن ان شاء اللّٰہ" فانھم کرھوا ذلک ، وان قصد التبرک دون التعلیق لمافیہ من الایھام کماقررہ العلامۃ التفتازانی فی شرح العقائد وابن الھمام فی المسایرہ، وعلی ھذایمنع عن ھذااللفظ،وان ارید بالعز عزالعرش الذی ھوصفۃ لہ، لان المتبادران المراد عزاللّٰہ تعالیٰ فیشکل قول الذیلعی: ولوجعل العزصفۃ للعرش کان جائزا........وتحمل الکراھۃ المذکورۃ علی کراھۃ التحریم اہ ملخصا(رد المحتار باب الاستبراء وغیرہ من کتاب الحظر والاباحۃ)

اس فتوے میں ''حرام'' کا اطلاق ''مکروہ تحریمی'' پرکیا گیا ہے اور حکم کی سختی ظاہر کرنے کے لیے بسا اوقات ایسا کرنا پڑتا ہے تاکہ عوام ضرور بچیں اور ایسا نہ ہو کہ ''مکروہ'' کا لفظ پڑھ کر اس سے بے اعتنائی کر بیٹھیں،اس کے نظائر احادیث نبویہ میں بھی موجود ہیں۔

بہت سے مقامات پر فقہائے کرام نے مکروہ پر حرام کا اطلاق کیا ہے اس کے چند شواہد یہ ہیں:(۱) درمختار میں ''احکام مساجد'' کے بیان میں ہے:ویحرم ادخال صبیین ومجانین حیث غلب تنجیسھم والافیکرہ اہ ردالمحتار میں ہے:یحرم لمااخرجہ المنذری مرفوعاً : جنبوا مساجد کم صبیانکم ومجانینکم ......بحر ،والمراد بالحرمۃ کراھۃ التحریم ، لظنیۃ الدلیل ، واما قولہ تعالیٰ: ان طھرابیتی للطائفین ،الایۃ فیحتمل الطھارۃ من اعمال اھل الشرک . تامل.وعلیہ فقولہ"والا فیکرہ" ای تنزیھاتامل اہ

ترجمہ: مسجد میں بچوں اور پاگلوں کو لے جانا حرام ہے جب کہ یہ گمانِ غالب ہو کہ

وہ مسجد کو ناپاک کردیں گے اور اگر اس کا گمانِ غالب نہ ہو تو مکروہ ہے۔ حرام ہونے کی دلیل منذری کی تخریج کردہ یہ حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''اپنی مساجد کو اپنے بچوں اور پاگلوں سے بچاؤ۔'' ایسا ہی بحرالرائق میں ہے اور یہاں ''حرام'' سے مراد ''مکروہ تحریمی'' ہے کیوں کہ ممانعت کی دلیل ظنی ہے۔ رہا اللہ عزوجل کا یہ ارشاد کہ: ''میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔'' تو ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد مشرکین کے ناپاک کاموں سے پاک رکھنا ہو۔ آپ بھی اس میں غور فرمالیں۔ اس بنا پر بچوں اور پاگلوں کو ایک صورت میں مسجد میں لے جانے کو ''مکروہ'' کہنے سے مراد ''مکروہ تنزیہی'' ہے۔ (۴۲۹، ج ۲ طلب فی احکام المساجد)

(۲) فتاویٰ رضویہ جلد اول میں درمختار سے ہے: **یکرہ الاستنجاء بماء زمزم، لاالاغتسال** اھ شامی میں ہے: **وکذاازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ من ثوبہ اوبدنہ بہ حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذٰلک** اھ . آب زمزم سے استنجا مکروہ ہے اور غسل کرسکتا ہے یونہی آب زمزم سے اپنے کپڑے یا بدن سے نجاست حقیقیہ کو دور کرنا بھی مکروہ ہے یہاں تک کہ بعض علما نے فرمایا کہ یہ حرام ہے۔

ان عبارات کو نقل کرکے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔ **أقول: مطلق الکراھۃ للتحریم واطلاق الحرام علی المکروہ تحریما غیربعید، فلاخلف** اھ (میں کہتا ہوں کہ مطلق کراہت تحریم کے لیے ہوتی ہے اور مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق بعید نہیں ہے اس لیے مکروہ وحرام میں کوئی منافات نہیں ہے۔ ن)

(۳) حلال جانوروں کے خصیے، آلۂ تناسل، پیشاب کی تھیلی، پتہ، گلٹی، اور مادہ کی شرم گاہ کو فقہائے کرام نے خبائث سے شمار فرمایا ہے اور خبائث کو قرآن عزیز نے حرام قرار دیا ہے، خود فقہا نے بھی اس پر حرام کا اطلاق کیا ہے۔ ان سب کے باوجود واقعہ یہ ہے کہ یہ اجزا مکروہ تحریمی قریب بحرام ہیں۔ بدائع الصنائع کی درج ذیل عبارت سے یہ حقیقت بخوبی اجاگر ہوجاتی ہے:

واما بیان مایحرم اکلہ من اجزاء الحیوان الماکول، فالذی یحرم اکلہ منہ سبعۃ . الدم المسفوح، والذکر والانثیان والقبل والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ لقولہ عزشانہ:

ویحل لھم الطیبت ویحرم علیھم الخبٰئث وھذاالاشیاء السبعة مماتستخبثه الطباع السلمية فکانت محرمة ، وروی عن المجاھدرضی الله تعالیٰ عنہ انه قال : کرہ رسول الله صلی الله علیه وسلم من الشاۃ الذکر الانثیین والقبل والغدۃ والمرارۃ والمثانة والدم المسفوح حرام. والمروی عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ علیه انه قال: الدم المسفوح حرام واکرہ الستة. اھ (بدائع الصنائع ـ ص ۶۱ ج ۵ ،اخیر کتاب الذبائح والصیود)

نیز فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''اور مختار ومعتمد یہ ہے کہ کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے، یہاں تک کہ امام ملک العلما ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ نے بلفظ حرمت تعبیر کی۔ عالمگیری میں ہے:اما بیان مایحرم اکله من اجزاء الحیوان سبعة ۔تنویرالابصار میں ہے:کرہ تحریم من الشاۃ سبع :درمختار میں ہے:قیل:تنزیھا۔والاول اوجه۔ردالمحتار میں ہے:وھو ظاھر اطلاق المتون ۔ مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں ہے:المکروہ تحریما من الشاۃ سبع۔(ص ۳۲۴، ۳۲۵ ج ۸۔سنی دارُالاشاعت)

خلاصہ یہ کہ ممانعت کی دلیل ظنی ہوتو حرام سے مراد مکروہ تحریمی ہوگا، نہ کہ حرام قطعی۔

تنویرالابصار، درمختار اور شامی کی جن عبارات کے پیش نظر اس بے مایہ نے زیر بحث فتوے کی تصدیق کی تھی ان کے مطالعہ سے ''دعا بمقعد العزمن عرشک'' میں درج ذیل اقوال عیاں ہوکر سامنے آتے ہیں:

الف مکروہ ہے۔(تنویرالابصار)

ب مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے(حلیہ وغیرہا)

ج احوط ممانعت ہے۔(درمختار وغیرہ)

د کوئی حرج نہیں۔(امام ابو یوسف،فقیہ ابواللیث)

ہ اگر عز کو عرش کی صفت مانا جائے تو جائز ہے۔(امام زیلعی)

و معنی محال کے ابہام کی وجہ سے ممانعت بہرحال رہے گی۔(شامی وغیرہ)

ہم نے تنویر وحلیہ وغیرہا کی تحقیق کو اختیار کیا ہے تا کہ عوام کو بے لگام ہونے سے ممکن حد تک روکا جاسکے۔خاص ''آفریں جہاں'' کے تعلق سے کسی فقیہ کا کوئی صریح حکم میری

نگاہ میں نہیں ہے اور جہاں سے اس کے کے لیے روشنی حاصل کی ہے وہ اہلِ نظر کے پیش نظر ہے۔ اگر کسی محقق کی تحقیق اس کے خلاف ہوتو اس کی بھی گنجائش ہے۔

تاہم آیت کریمہ: **لاحـزکوا انفسکم** ۔(اپنے آپ کو اچھا نہ ظاہر کرو) پیش نظر رکھنا چاہیے۔ **هذا ماعندی والعلم بالحق عند ربی وهو تعالیٰ اعلم۔**

محمد نظام الدین رضوی

خادم الافتادارُالعلوم اشرفیہ مبارک پور

۴؍جمادی الآخرہ، ۱۴۲۸ھ/۲۱/۶/۲۰۰۶ء

(ڈاکٹر شکیل اعظمی کی متذکرہ بیاض دیکھتے وقت ایک نعت کے یہ دو شعر نظر میں آئے تھے۔

(۱) سر پہ تیغ کفر و باطل ہے مگر ہے زباں پر اشہدان لا الہ

(۲) لشکر باطل سے ہم کیوں کر ڈریں اپنے ہاتھوں میں ہے تیغ لا الہ

لیکن ان پر کوئی نوٹ لگانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، بلکہ "لا الہ" کو علی حالہ باقی رکھا گیا۔ اور بیاض واپس کردی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد الملفوظ کا مطالعہ کرتے وقت میری نظر اس عبارت پر پڑی:

کلمۂ طیبہ کا اختصار لا الہ نہیں ہوسکتا تھا کہ نفی محض بلا استثنا تو معاذ اللہ کلمۂ کفر ہے لاجرم نصف کلمہ اس کا اختصار ہوا"

تو دل میں خلجان پیدا ہوا، چوں کہ شرع شریف سے اس کا تعلق تھا اس لئے رفع خلجان اور حصول اطمینان کے لئے میں نے مفتی نظام الدین صاحب سے رجوع کیا۔ مفتی صاحب نے جو فاضلانہ جواب مرحمت فرمایا اس کو مع استفسار نامہ پیش کیا جاتا ہے۔ شرر مصباحی)

عالی جناب صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

السلام علیکم ورحمتہ

جناب والا۔ چند روز پہلے مجھے ایک نعتیہ مجموعۂ کلام مسمی بہ گل قدس موصول ہوا جس میں آپ کے تأثرات بھی شامل ہیں آپ نے اس مجموعۂ کلام کو شرعی اغلاط سے محفوظ اور رطب و یابس سے پاک قرار دیا ہے۔

جناب والا کی توجہ گل قدس کے دو شعروں کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں جو اشہدان لا الہ کے زیر عنوان درج ہیں۔

سر پہ تیغ کفر و باطل ہے مگر ہے زباں پر اشہد ان لا الہ

لشکر باطل سے ہم کیوں کر ڈریں اپنے ہاتھوں میں ہے تیغ لا الہ

ان دونوں شعروں میں کلمہ کا اختصار لا الہ نظم کیا گیا ہے جب کہ امام اہلِ سنت اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے واضح طور پر لکھا ہے کہ نفی محض بلا استثنا کلمۂ کفر ہے۔ الملفوظ ج ۲ ص ۷۷ ناشر رضا اکیڈمی ممبئ کی عبارت ہے: کلمۂ طیبہ کا اختصار لا الہ نہیں ہوسکتا تھا کہ نفی محض بلا استثنا تو معاذ اللہ کلمۂ کفر ہے لاجرم نصف کلمہ اس کا اختصار ہوا"

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب کلمہ کا اختصار لا الہ نہیں بلکہ لا الہ الا اللہ ہے

تو متذکرہ دونوں شعروں کے بارے میں شرع مطہر کا کیا حکم ہے؟
ضمناً عرض ہے کہ یہ مشہور رباعی حضرت خواجہ اجمیری قدس سرہ سے منسوب کی جاتی ہے۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین　　دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد، نداد دست در دست یزید　　حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

اہلِ تحقیق کے نزدیک خواجہ ہند کی نہیں ہے۔

بینوا توجروا

المستفتی
شرر مصباحی
T181، سکنڈ فلور ماڈل بستی چمیلیان روڈ۔نئی دہلی ۵
۲۴ر مئی ۲۰۱۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم المقام عالی جناب ڈاکٹر شرر مصباحی صاحب دام مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی ابھی ایک طویل سفر سے واپس ہوا تو خطوط کے مجموعے میں آپ کا والا نامہ بھی نظر سے گزرا آپ کے استفسار کی اہمیت کے پیش نظر بلا تاخیر جواب لکھ رہا ہوں۔ میں سب سے پہلے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ''گل قدس'' اور اس پر راقم کے تأثرات کا مطالعہ کیا اور آپ کو اس میں جو غلطی نظر آئی اس سے آگاہ فرمایا اس سے علم کے دروازے کھلتے ہیں، جمود کی زنجیریں ٹوٹتی ہیں اور حق واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے۔

(۱) ''گل قدس'' کے دونوں اشعار میں الہ یعنی معبود کی نفی محض و نفی عام نہیں کہ غیر الہ کے ساتھ اللہ عزوجل سے بھی الہ کی نفی ہو، بلکہ یہ نفی نفی خاص ہے یعنی غیر معبود سے الہ کی نفی ہے اور یہ بلاشبہ عین ایمان ہے خود قرآن حکیم میں کثیر مقامات پر ''غیر الہ'' سے ''الہ'' کی نفی کی گئی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ لا الہ میں غیر خدا سے ''الہ'' ہونے کی نفی ہے اور ''الا اللہ'' میں اللہ

عزوجل کے لیے ''الہ'' ہونے کا اثبات ،اور یقیناً یہ دونوں ہمارے ایمان کی بنیاد ہیں اگر ایسا نہ ہوتو لازم آئے گا کہ ہر کلمہ گو پہلے نفئ عام کے ذریعہ اللہ عزوجل سے الہ ہونے کا انکار، پھر الا اللہ کے ذریعہ اثبات کرے بلفظ دیگر پہلے کافر ہو پھر مسلمان جو بدلہۃً باطل ہے۔

کلمہ طیبہ کا اختصار یقیناً ''لا الہ الا اللہ'' ہے مگر جب شعر کی تنگی اور ضرورت کی وجہ سے کوئی لا الہ پر رک جائے اور وہاں کوئی قرینہ شاہد ہو کہ قائل کی مراد پورا کلمۂ طیبہ ہے تو خاص اس صورت میں بوجہ ضرورت وقرینۂ شاہدہ ''لا الہ'' بھی کلمۂ طیبہ کا اختصار قرار پائے گا۔گل قدس کے اشعار میں قرینۂ کلام وقرینۂ اسلام دو، دو شاہد عدل اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ قائل کی مراد پورا کلمۂ توحید ہے اور یہ امر توروز روشن کی طرح عیاں ہے کہ لا الہ پر اقتصار بوجہ ضرورت شعری کیا گیا ہے اب ہم ان حقائق کو مبرہن کرنے کے لیے خود امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ سے استناد کرتے ہیں

اعلی حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان سے خالد کے اس شعر کے بارے میں سوال ہوا:

اشھد ان لا الہ نقش ہے اس لوح پر
نیر توحید کب عاشق کی پیشانی نہ تھی

سوال یہ تھا کہ ''اشھد ان لا الہ'' پر اقتصار کی وجہ سے کیا خالد ملحد ہے؟

اس کے جواب میں آپ نے ایک مبسوط فتویٰ تحریر فرمایا جس کے چند اقتباسات یہ ہیں۔

☆ حاشا شعر مذکور سے خالد سنی المذہب پر کسی طرح حکم کفر والحاد ممکن نہیں مگر اس کے نزدیک جو اس کلمۂ توحید کو کہ مدار ایمان ہے، معاذ اللہ دو ٹکڑے کفر واسلام پر منقسم کرے اور اس کا پہلا آدھا کفر خالص جانے اور یہ کس درجہ ناپاک وشنیع ہے۔

☆یوں ہو تو ہر مسلمان جتنی بار لا الہ الا اللہ کہے ہر بار اس کا کافر ہونا اور بعدِ کفر اسلام لانا ٹھہرے کہ جب تک پہلا جز کہا تھا اس معترض کے طور پر مطلقا ہر الہ کی نفی تھی اور یہ بیشک کفر ہے جب الا اللہ کہا تو اب اللہ عزوجل کی الوہیت مان کر مسلمان ہوا۔

☆ قرآن عظیم میں کس قدر کثرت سے لا الہ الا اللہ ولا الہ الا ھو وارد ہے۔اگر پہلے

جز میں نفی عام الوہیت ہر الہ ہے جیسا کہ معترض کا خیالِ تباہ ہے تو معاذ اللہ قرآن عظیم نے صدہا بار الوہیت رب العزت کی نفی فرمائی اور ہر بار نفی کر کے اثبات فرما کر تناقضوں کی ٹھہرائی۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔

☆ بالجملہ اس کے یہ معنی سمجھنا کہ ''نہیں ہے کوئی خدا'' عاقل سے معقول نہیں بلکہ بلاشبہ اس کے معنی ''نفیٔ الوہیت غیر خدا'' ہیں یقیناً قطعاً مسلمان جس وقت اس کا تلفظ کرتا ہے یہی مراد لیتا ہے تو بحمد اللہ تعالیٰ اس کے دونوں جز عین ایمان ہیں، پہلا جز ''الوہیت غیر خدا'' کی نفی اور دوسرا جز ''الوہیت الہ حق'' کا اثبات اور دونوں ایمان ہیں۔ رضی نے کہ نحو و عربیت کا بڑا محقق اور مذہب کا شیعی تھا، اس کی تحقیق کی اور بتا دیا کہ یہاں ہر گز نفی عام نہیں ورنہ تناقض لازم آئے بلکہ ماوراء مستثنیٰ کی نفی ہوتی ہے۔ تو یہ ''لا'' ہر گز نفی جمیع کے لئے نہیں بلکہ نفی ماوراء مستثنیٰ کے لیے تو مافی الذہن یقیناً حق ہے ہاں تقیید پر دلالت درکار، وہ اگر نفس کلام میں نہ ہوتی تو کلام کی ترکیب مشہور و معروف کا مسلمانوں میں دائر و سائر اور قائل کا مسلمان ہونا خود ہی دلالت کرتا کہ یہ تنگی شعر کے سبب بعض کلام پر اقتصار ہے اور مراد یقیناً مجموع جیسے بے تنگی کلام قلیا اور لن تنا کہتے ہیں اور مراد سورہ کافرون و پارۂ چہارم، مسلمان اگر انبت الربیع البقل کہے تو اس کا اسلام ہی تجوز پر قرینہ ہے اس سے یہ گمان کہ اس نے خود فصل بہار کو سبزی کا خالق مانا ہے ہر گز مسلم عاقل کو نہیں ہو سکتا کما نصوا علیہ و صرح بہ فی الفتاویٰ الخیریۃ وغیرھا۔ (اقتباسات فتاویٰ رضویہ ص ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ج ٦ سنی دائر الاشاعت)

ان اقتباسات سے یہ امر عیاں ہو جاتا ہے کہ ''گل قدس'' کے درج بالا اشعار صحیح ہیں۔

الملفوظ میں حدیث نبوی: من قال: ''لاالٰہ الااللّٰہ دخل الجنۃ'' کی شرح کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ کلمہ پورے کلمۂ طیبہ کا اختصار ہے اور دخول جنت کی بشارت توحید و رسالت دونوں کے اقرار پر ہے۔ یہاں صرف لا الہ پورے کلمۂ طیبہ کا اختصار نہیں ہو سکتا کہ اب حدیث یوں ہوتی: من قال: لا الہ'' دخل الجنۃ۔ یہ شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک ضابطہ مقرر کیا گیا ہے اور ضابطہ کے الفاظ کا جامع، مانع ہونا ضروری ہے یہاں لا الہ پر اختصار کی کوئی ضرورت اور کوئی وجہ بھی نہیں اس لیے لا الہ نفی محض ہوگا اور نفی محض کلمۂ توحید کا اختصار نہیں بن سکتا۔ واضح ہو کہ کلمۂ طیبہ میں جو لا الہ ہے وہ نفی خاص ہے جس کی تشریح گزشتہ سطور میں کی گئی اور یہ لا الہ مطلق ہے جو نفی محض و نفی عام ہے دونوں میں فرق ہے

الملفوظ اور فتاویٰ رضویہ میں فرق احکام اسی فرق نفی خاص وعام کی بنا پر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) یہ صحیح ہے کہ مشہور رباعی جس کا آخری مصرع ہے:

''حقا کہ بنائے لا الہ است حسین''

حضرت سیدی خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی نہیں مگر عرصۂ دراز سے ہمارے علمائے اہلِ سنت برسرعام اسے پڑھتے اور سنتے آئے اور خطبائے اہلِ سنت کے ''خطبات شہادت'' تو اس کے بغیر پورے ہی نہیں ہوتے یہاں تک کہ حضرت فقیہِ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ رباعی خطبات محرم ص ۴۲۹ پر نقل کی ہے۔ اہلِ سنت کی آواز جلد ۱۵ ر خصوصی شمارہ گوشۂ خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۲۴ اور ص ۲۵۷ پر بھی یہ رباعی منقول ہے جسے کثیر علمائے کرام نے پڑھا ہوگا ممکن ہے آپ کی نگاہ سے بھی گزرا ہو مگر مجھے معلوم نہیں کہ کبھی کسی عالم نے اس پر اعتراض کیا اس لیے اگر ایک شاعر اس رباعی کے پیش نظر اس طرح کا شعر کہے تو میں سمجھتا ہوں کہ دونوں کا حکم ایک ہونا چاہیے گو رباعی جس کی بھی ہو۔

اردو زبان کے دوسرے شعرا کے یہاں بھی اس طرح کے اشعار پائے جاتے ہیں اور کلیات اقبال میں تو بہت ہیں مثلاً چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

قلندر جز دو حرفِ ''لا الہ'' کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہ شہر قاروں ہے لغتہائے حجازی کا

....

اے لا الہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتار دلبرانہ کردار قاہرانہ
صنم کدہ ہے جہاں اور مرد حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الہ میں ہے
مرد سپاہی ہے وہ اس کی زرہ لا الہ
سایۂ شمشیر میں اس کی پنہ لا الہ

علم کا موجود اور، فقر کا موجود اور
اشھدان لاالــه، اشھدان لاالــه
خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں
خرد دیکھے اگر دل کی نگہ سے
جہاں روشن ہے نورلاالہ سے

یہ کلیات اقبال سے میرا استناد نہیں، بلکہ اس کا ذکر اس حیثیت سے آگیا ہے کہ ہمارے علما نے کلیات کے کچھ اشعار پر سخت احکام جاری کیے ہیں مگر اس طرح کے اشعار پر انھوں نے بھی کوئی توجہ نہیں فرمائی لہذا اگر کوئی شاعر علما کے اس عمل کا سہارا لے کر اس طرح کے اشعار کہہ دے تو اس کا دامن شرعی گرفت سے محفوظ رہنا چاہیے۔

الغرض گل قدس کے متذکرہ بالا اشعار شرعی گرفت کے حدود سے باہر ہیں الملفوظ کے ارشاد کا تعلق الگ صورت سے ہے اور ان اشعار کا تعلق الگ صورت سے جیسا کہ خود امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا فتویٰ اس کا شاہد ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ محمد نظام الدین الرضوی
خادم الافتا دار العلوم الاشرفیہ مصباح العلوم، مبارک پور
۲۵ جمادی الآخرہ ۱۴۳۲ھ/۲۹/۵/۲۰۱۱ء

چند یادگار خطوط کے عکوس

والد محترم ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی مبارکپوری صاحب دام ظلہ کے زیر ترتیب ''مجموعۂ مکاتیب'' سے چند خطوط کے عکس پیش کیے جا رہے ہیں۔

ان شاء اللہ عنقریب ''مجموعۂ مکاتیب'' کی اشاعت عمل میں لائی جائے گی۔ (ناشر)

Ittehad-ul-Alam- il-Islami
302, BAHADURABAD, KARACHI-5.

اتحاد العالم الاسلامي
۳۰۲- بہادر آباد کراچی نمبر ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الى سعيد حبا بلقاء شاب نبيل وأديب ألمعي فضل الرحمن المصباحي المباركفوري
في هذا التجوال العلمي الهندي الثالث، وفرحان كثيرا من حبه لغة القرآن، وقد
تصفحت كتابه الثمين (مصباح الأدب شرح أزهار العرب) واطمأننت به.
فالرجاء أن ينشر سريعا لأنه يحتوي على اللآلئ العلمية الثمينة النادرة النافعة.
وقال باب مدينة العلم النبوي علي بن أبي طالب رضـ (العلم ينادي بأعلى صوته
أنا سلطان العالم) وإني تخصصت أدعو العالم الإسلامي كافة إلى تعلم العربية
بواسطة المنظمة العالمية: إتحاد العالم الإسلامي منذ ٤٥ عاما.
لأن العربية لغة أمهات المؤمنين أزواج النبي ص فعليهم الاهتمام بها
قبل لغات أخرى كلها، وأتمنى أن السيد فضل الرحمن سيكون خير جنود العربية في
المستقبل فقواه الله ووفقه لخدمة العربية لغة الإسلام
وقد قيل: الأيام صحائف أعمالكم فخلدوها أحسن أعمالكم-

محمد حسن الأعظمي
(من علماء الأزهر)

رئيس المنظمة العالمية:
اتحاد العالم الإسلامي،
والأستاذ السابق بجامعات
القاهرة والآن مديرا للجامعة
وعميد كلية اللغة العربية بكراتشي

التاريخ ٤ / ١٢ / ١٩٨٢م

مباركفور
(مسقط رأسي)

عکس تحریر

(مصنف، المعجم الاعظم)

علامہ حسن الاعظمی

سابق پروفیسر و پراکٹر جامعہ ازہر مصر

جناب شررؔ صاحب ۔ سلام مسنون

آپکا خیال صحیح ہے "تقلید کافر" بلا اضافت
ہے ۔ تقلید کی بنا پر چند روز کے لئے کافر ہوا ۔
نہ کہ کافر کا مقلد ہوا ۔ والسلام ۔

اثرؔ

وصول
15/7/62

عکس تحریر
نواب جعفر علی خاں اثرؔ لکھنوی

کشمیری محلہ - لکھنؤ
۲ مارچ سنہ ۵۹ء

جناب مکرم - وعلیکم السلام -

آپکے سوالات کے جوابات اپنی بساط کے موافق حاضر کر رہا ہوں - جہاں
اختلاف ہو مطلع فرمائیے تاکہ مجھے غور اور استفادے کا موقع ملے -
جوابات آپکے جوابی پوسٹ کارڈ میں سمائے نہیں لہذا الگ سے بھیج
رہا ہوں -

بادشاہت - یہ ہندوستانیوں کی بنائی ہوئی فارسی ہے - محتاط
اب بھی کسی جگہ بادشاہی لاتے ہیں

خفقان اور ہمیان کے ساتھ قوافی خنداں نعماں درستاں - آسکتے ہیں
چونکہ ان میں الف نون اصلی نہیں ہے اور مستقل قوافی کی معقول
تعداد موجود ہے لہذا غزل میں ایسے قوافی ایک حد ہے دوبار سے زیادہ
لانا مستحسن نہیں -

منصب - بفتح صاد مروج ہے - صحیح بکسر صاد ہے -

کشتی (ناؤ) - بفتح اول - عوام بکسر اول بولتے ہیں

غریب - بفتح اول -

بیدہ - بکسر اول و یائے مجہول -

شفقت - بفتح اوسط و سکون اوسط دونوں طرح رائج ہے -

بول چال میں بسکون اوسط -

پیزم - بفتح زا (صحیح بضم اول)

تعینات - عربی میں تعیّن اور تعیین دونوں ہیں - فارسی والوں نے تعیین و تعین بنا لیا - تعینات (تعیّنات) مصدر ہے ملازمت کے بعد کسی جگہ مقرر ہونا - اسکی جگہ تعناتی بھی ہے جمع تعناتیاں -

یہ سوال میری سمجھ میں نہیں آیا کہ تعینات یعنی تعیین کو مفرد فرض کرنے کے بعد اسکی جمع بقاعدہ عربی صحیح ہے یا نہیں - نیز جمع الجمع کا استعمال ہے یا نہیں - تعینات تعیّن کی جمع اور میرے خیال میں حسب قاعدہ عربی درست ہے مصدر اردو میں بھی اسی معنی میں مستعمل ہے مگر اس کا مادہ تعیّن ہے نہ کہ تعیین -

اثر

عکس تحریر نواب جعفر علی خاں اثر لکھنوی

عکس تحریر

علامہ نیاز فتح پوری

از سجادہ درگاہ کاظمیہ کاکوری شریف

از تکیہ شریف کاظمیہ
کاکوری شریف
مورخہ ۱۸ / جنوری سنہ ۶۹ء

کرمفرمائے بندہ زید عنایتہ۔

سلام مسنون

گرامی نامہ موصول ہو کر باعث فرحت و انبساط یاد آوری ہوا۔ نہایت ممنون ہوں ؎

از دست گدائے بے نوا ناید ہیچ   جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

اور قبولیت دعا کی امید ہی نہیں بلکہ یقین کامل ہے مطابق ارشاد گرامی "لو قسمت بینی اجلی لعالی اهل المعاصی لما نهتدا اصحاب الجنۃ والسلام"۔

بچپن میں عمر خیام کی ایک رباعی دیکھی تھی ؎

یارب تو کریمی و کریمی کرم است۔   عاصی ز چہ محروم ز باغ ارم است
با طاعتم اگر ببخشی آں نیست کرم   با معصیتم اگر ببخشی آں کرم است

دعا فرمائیں کہ دل کے سینہ خانے اس رُخ تاباں سے اقتباس نور کریں الیا کہ داغہائے دل شمع شبستاں ہو جائیں۔ آمین یارب العالمین بحق طٰہٰ و یٰسین و آلہ الامجاد۔

ایمان فرعون کے بارے میں اغلب گمان یہ ہے کہ وہ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ کے رسالہ "الفیض التحقیق فی حل مشکلات ابن العربی" میں ہے۔ "فیض التحقیق" کی کوئی جلد اب موجود نہیں ہے نسخہ انوریہ تکیہ شریف میں ایک جلد ہے انشاء اللہ اس میں دیکھ کر نیز تفسیر شیخ اکبرؒ میں آیۃ کریمہ "اغرقنا آل فرعون" کی تفسیر دیکھ کر مطلع کروں گا۔ اس سلسلہ میں اگر انتظار کی زحمت اٹھانا پڑے تو گوارا فرمائیں کیونکہ علائق دنیوی میں اس بری طرح مقید ہوں کہ الامان والحفیظ۔

ارسال کتب ارسال خدمت ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیدائش کے سعید موقع پر ایک رسالہ قلم برداشتہ لکھا ہے۔ اپنی علمی بے مائگی کے احساس کے باوجود یہ جرأت کی ہے لہٰذا اغلاط سے در گزر فرمائیں۔

رسالہ ہدیتاً ارسال خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرات مدظلہم سلام مسنون فرماتے ہیں۔ حکیم منیر الدین صاحب سے ملاقات ہو تو سلام شوق عرض کیجئے گا۔ ماشاء اللہ اسم بامسمّٰی ہیں۔ حق تعالیٰ شاداں و فرحاں رکھے اور مقاصد دینی و دنیوی میں کامیاب فرمائے آمین

فقط والسلام خیر ختام۔ ننگ اسلاف عین الحیدر غفرلہٗ

فقیہ عصر شارح بخاری
حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی
نائب حضور مفتی اعظم ہند

صدر شعبۂ افتاء، ناظم تعلیمات و سرپرست مجلس شرعی،
الجامعۃ الاشرفیہ، عربی یونیورسٹی مبارکپور اعظم گڈھ یوپی
الہند۔ پن نمبر ۲۷۶۴۰۴

پلیش کردہ: محمد احمد غازی پوری

۷۸۶

احب الاحباد، ازکی الازکیاد زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عوافی مزاج؟

کرم فرما جناب حافظ قمرالدین صاحب نے عرس عزیزی کے مبارک موقع پر آپ کا لفافہ ایسے وقت دیا۔ میں عوام کی بھیڑ میں پھنسا ہوا تھا۔ اس لفافہ کو کھول نہیں سکا، عرس مبارک گذرنے کے بعد کھولا اور پڑھا اس کے پڑھنے کے بعد میرے اوپر کیا اثر ہوا اس کو اس سے سمجھ لیجئے کہ بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو کے قطرات ٹپک پڑے۔

ع دبڈبائی ہوئی آنکھوں نے بھرم کھول دیا۔

آپ کی یہ والہانہ محبت صرف اس بنا پر ہے کہ میں دین کا بوڑھا خادم ہوں۔ یقیناً یہ صحیح معنوں میں الحب فی اللہ ہے۔ اور بحکم حدیث، افضل الاعمال ہے۔

اس وقت بھی بے ساختہ دعائیں نکلیں اور اب بھی نکل رہی ہیں۔ میں اور فقیہ اعظم ہند کا خطاب میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

اور آپ کی تمام ہی منقبت تو اتنی عظیم ہے کہ اسکے اظہار کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں، زبان انتہائی شگفتہ فصیح و بلیغ، معانی اتنے دقیق و رفیع کہ اب تک ان کی طرف کسی کا ذہن نہیں گیا۔ پھر کہیں کہیں الفاظ کی شوکت نے چار چاند لگا دیئے ہیں۔ تقریباً سارے مدرسین نے اس منقبت کو پڑھا۔ اور سب نے اپنے ذوق کے مطابق کلمات داد و تحسین سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے زبان و قلم میں زور، حسن، خوبی، شگفتگی عطا فرمائے،

بحمدہ تبارک و تعالیٰ امسال عرس عزیزی میں لگ بھگ پچاس ہزار کا مجمع تھا جس میں ڈھائی سو سے زیادہ علماء کرام تھے۔ ہوسکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو، علماء کی تعداد کہیں اس سے زیادہ رہی ہو، خطاب کے سلسلے میں توثیقی دستخط بالقصد علماء سے نہیں لئے گئے۔ اسلئے کہ اصل تصدیق و توثیق حضرت تاج الشریعہ مولانا ازہری صاحب اطال اللہ عمرہ اور مسند فقیہ ملت دامت برکاتہم العالیہ کی ہے، سب کی تصدیق ہوچکا اور ان دونوں کی نہ ہو تو آپ خود سوچئے کہ اس میں ضعف رہ جائے گا۔ اور ان دونوں حضرات کی توثیق کے بعد اگر کسی کی بھی توثیق نہ ہو تو کوئی حرج نہ ہوگا۔

فقیہ محقق شارح بخاری
حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی
نائب حضور مفتی اعظم ہند

صدر شعبۂ افتاء، ناظم تعلیمات و سرپرست مجلس شرعی،
الجامعۃ الاشرفیہ، عربی یونیورسٹی مبارکپور اعظم گڈھ یوپی
الہند۔ پن نمبر ۲۷۶۴۰۴

پیشکردہ محمد احمد غازی پوری

میری ایک خواہش ہے اور میری دانست میں سوائے آپ کے اب کوئی پوری نہیں کر سکتا۔ وہ خواہش یہ ہے کہ حدائق بخشش کی ایک متوسط شرح لکھی جائے۔ اگر آپ اپنا اوقات عزیز میں سے کچھ وقت نکال کر اسکی شرح لکھ دیں تو یہ آپ کا ایک زندہ جاوید علمی، دینی، ادبی، شاہکار ہوگا۔ میرے ذرائع محدود ہیں لیکن اس سلسلے میں کوئی بھی آپ کو ضرورت ہو تو مطلع کریں۔ مثلاً کتابوں کی وغیرہ وغیرہ۔ میں کوشش کروں گا کہ وہ آپ کے لئے مہیا ہو جائے۔

غالباً آپ حدائق بخشش کی تصحیح اور مقدمہ لکھنے کے سلسلے میں کچھ مایوسی سے دوچار ہوئے لیکن یہ حقیقت میں سعید نوری کی سبب کوتاہی تھی، شرح کے سلسلے میں ان شاء اللہ تعالیٰ شرح کی تکمیل تک اگر میں زندہ رہا تو آپ کو کسی طرح کی کوئی بھی شکایت کا موقع نہیں ملے گا اور نہ دل شکنی ہوگی۔

اسکو جانے دیجئے آپ یقین مانئے کہ اگر آپ نے شرح لکھدی تو اہل سنت پر قیامت تک احسان آپ کر دینگے اور خوش ہیں اتنا دلا دیں گے جتنا کا آپ کو تصور بھی نہ ہوگا، یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ امید ہے کہ آپ اثبات میں جواب دیں گے۔

مولانا عبد الحق وغیرہ سبھی آپ کے بیحد ممنون ہیں، اور سلام عرض کر رہے ہیں۔

محمد شریف الحق امجدی
۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ
۱۹-۹-۹۹ء

عکس مکتوب

شارح بخاری، فقیہ اعظم ہند

مفتی محمد شریف الحق امجدی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على رسوله الكريم
وآله وأصحابه أجمعين. أما بعد فأتيحت لي فرصة طيبة
للإطلاع على بعض الأجزاء من كتاب "مصباح الأدب" للفاضل
النبيل العالم مولانا فضل الرحمن المباركفوري وفقه الله لما
يحب ويرضى، فوجدته حسب إطلاعي عليه شرحا كافيا وافيا،
لكتاب "أزهار العرب" للعلامة أبي عبد الله محمد السورتي المتوفى،
ولا شك أن الشارح سعى لتقييد الأوابد وجهد لجمع الشوارد
فنجح وفاز، وأنه سلك في هذا الشرح مسلك القدماء مع أسلوب
جديد كأنه واسطة بين القديم والجديد،
وأنا أعلم أن مولانا فضل الرحمن المباركفوري مغرم بالعلم والأدب،
وبصحبة العلماء والأدباء، وهذا من آداب أسلافنا رحمهم الله، و
كاد يفقد في العصر الذي نعيش فيه، وأدعو الله سبحانه وتعالى أن
يجعل كتابه هذا من الباقيات الصالحات ذخرا له وتذكارا لاسمه

القاضي أبو المعالي أطهر المباركفوري

تحريرا في غرة رجب سنة ١٣[illegible]هـ، ٧ نومبر سنة ١٩[illegible]م

عکس تحریر

مصنف "رجال السند والهند"

مولانا قاضی اطہر مبارکپوری

محترم حکیم سید ظل الرحمٰن صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جناب والا۔ جالینوس کی کتاب العلل والاعراض
کے چند اوراق کی فوٹو کاپی حاضر ہے آپ ملاحظہ فرمائیں
اگر آپ کے ذخیرہ کتب میں یہی نسخہ ہے تو فہو المطلوب
ورنہ دستیاب نسخے کی زیروکس پیش کرنے کی سعادت
حاصل کی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ والسلام

احقر
[illegible]

۷ر اپریل ۲۰۰۰ء

عکس مکتوب بنام پدم شری پروفیسر حکیم سید ظل الرحمٰن صاحب علی گڑھ

केन्द्रीय यूनानी चिकित्सा अनुसंधान परिषद مرکزی کونسل برائے تحقیقات طب یونانی

CENTRAL COUNCIL FOR RESEARCH IN UNANI MEDICINE

An Autonomous Organisation of Ministry of Health and Family Welfare, Gc[illegible]
Department of Ayurveda, Yoga & Naturopathy, Unani, Siddha and Homoeopathy

Dr. Mohammed Khalid Siddiqui
Director

Ref. No. 14-1/2005-CCRUM/DIR

Dated 10 October, 2005

Dear Hakim Misbahi,

This is in connection with discussions we had about literary treasures in this country and abroad and your determined efforts in finalising important book namely, Sharah-e-Asbab. In fact, you have done a wonderful job in collaboration with Syed Samir Favour and Mr. Shafic el Dik of collecting of different texts and finalising the manuscripts. The Council is certainly interested in publication of this important book with due acknowlegement.

I shall be grateful if you could kindly send us the texts of Vol. I & II as early as possible so that further action for publication of the book is taken.

With regards,

Yours sincerely,

(Dr. Mohammed Khalid Siddiqui)

Hakim F.R. Misbahi
Principal Kothi
A&U Tibbia College
Karol Bagh
New Delhi-5

JNBCEHAB, 61 - 65, Institutional Area, Janakpuri, New Delhi - 110 058, India
Web site: www.unanimedicine.com E-mail: ccrum@vsnl.net • siddiqui_khalid17@rediffmail.com
Tel: +91-11-28521981, 28525715 Fax: +91-11-28522965

نمونہ

''مصباح الادب بشرح ازهار العرب''

والد محترم کی غیر مطبوعہ تصنیف ''مصباح الادب شرح ازہار العرب'' (۱۹۶۹ء) کے تعلق سے آپ کے استاذِ مشفق حافظِ ملت اور دیگر نوابغِ عصر کے خطِ تحریر کے عکوس کے ساتھ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس یادگار تصنیف کے کچھ اوراق بطورِ نمونہ شاملِ کتاب کر دیے جائیں۔ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی تاریخ میں عربی زبان میں ذوقِ تالیف و تصنیف کا غالباً یہ نقشِ اوّل ہے۔

دیگر مشمولات

۱۔ لیٹر ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز گورنمنٹ آف دہلی

۲۔ اسٹیٹ ایوارڈ

۳۔ لیٹر برائے تقررِ ممبر کورسز کمیٹی، دہلی یونیورسٹی

۴۔ تصدیق نامہ دستخطی حافظِ ملت

احمد جمال انصاری

ألإهداء

يسرني ان اهدي كتابي هذا

الى وطني المالوف (سنغافور) الذي

تحت فيه عيني ووضعت عليه جنبي

وثقفت فيه فكري فله الفضل وله الشكر

و

الى الذين خدموا اللغة العربية ، والى الذين سيخدمونها ،

بشير

قال حسان بن ثابت الانصاری رضی الله عنه مادحا
للنبی صلی الله علیه وسلم اداءاً لحق الرسالة
الواجب بقدر الامکان

أَغَرُّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ مِنَ اللهِ مَشْهُورٌ يَلُوحُ وَيَشْهَدُ

اللغات — (الاغر) للفرس بجبهته غرة
ماخوذ من الغرة وهی نوع من البیاض
قال الثعالبی اذا کان البیاض فی جبهة الفرس
فوق الدرهم فهو غرة اقولُ واذا
لم یکن البیاض فی جبهة الفرس
فوق الدرهم فهو قرحة فی قول وفی
قول آخر القرحة هی الغرة والاغر عند العرب
من اغر خیولهم وقد مدحه الشعراء
قال ابو العلاء المعری

غراء سلهبة کان لجامها نال السماء به بنان الملجم

وقال البحتری

اما اغر تشوق غرته الدجی ۔ او ارتما کالضاحک المستغرب

ومنه الاغر الابیض من کل شیئ علی ما فی القاموس

وقال الدسوقی فی حاشیة شرح التلخیص له معنیان احدهما

ان یطلق علی الابیض مطلقا من غیر تقیید بالجبهة

ولا بکونه من الخیل وثانیهما ان یطلق علی ابیض الجبهة

من الخیل وهو المشهور انتهی - ثم اطلق الاغر بالمعنی

المشهور بطریق المجاز المرسل علی کل واضح معروف

بعلاقة الاطلاق والتقیید وعلی السید الکریم

بطریق الاستعارة لاشتراک الوضوح بینهما واستعمله

المتنبی بالمعنی الاول فی قصیدته البائیة حیث افاد

مبارک الاسم اغر اللقب ۔ کریم الجرشی شریف النسب

ای مشهور اللقب وبالمعنی الثانی حیث اجاد

اغر اعداءه اذا اسلموا ۔ بالهرب استکثروا الذی فعلوا

قال شارحه اغرای هو السید الکریم واعداءه الخ

(النبوة) من النَّبْوة بفتح النون وسكون الموحدة
بمعنى الرفعة او من النبوءة فتبدل همزتها
واوًا تخفيفا لكثرة الاستعمال فتبدل من جنس
الحركة التي قبلها وهي الضمة (نسيم الرياض)
وحينئذٍ معناها ماذكر وفي المنجد بقوله الاخبار عن
الغيب او المستقبل بالهام من اللّٰه او الاخبار عن
اللّٰه ومايتعلق به تعالىٰ لكنني لم اجد
هذا المعنى في غيره من كتب اللغات الموجودة عندي
نعم فسرها به الامام القاضي عياض رحمه اللّٰه
في الشفاء حيث قال هي الاطلاع على الغيب اھ
(خاتم) مايختم به (مہر) وفيه خمس لغات
خاتم وخاتام وخَيتام وخاتيام وختم (محركہ) والجمع
خواتم وخواتيم وقد يكون بمعنى (انگشتری)
وليس مرادًا هنا وروى عن الثعالبي و
ابي عبيدة لايقال خاتم الا اذا كان فيه فص
(نگینہ) والا فهو فتخة (اللّٰه) اصله اله فحذفت

الهمزة وعوض عنها الالف واللام وهو في الاصل
يقع على كل معبود ثم غلب على المعبود الحق قال البيضاوی
اشتقاقه من اله الٰهة والوهية بمعنی عبد وقيل
من اله اذا تحير او من الهت الی فلان
ای سکنت اليه او من اله الفصيل اذا اولع بامه
او من وله اذا تحير وفيه اختلاف کثير
من هو علی تحقيقه فليرجع الی البيضاوی
(مشهود) بمعنی مبصر من شهد يشهد اذا عاينه
فهو شاهد علی کذا اذا اخبر به خبرا قاطعا و
بنو تميم اتبعوا الشين المعجمة بالهاء فقالوا
شِهِيد وشِهِيد وکذا في المضارع المکسور
العين قالوا تِفعل و نِفعل الا الياء فانهم لم
يقولوا يِفعل واهل الحجاز ينکرونه وقال سيبويه
سمعت بعض العرب يقول شهد بسکون الهاء وکسر
الاول علی حاله (يلوح) من لاح البرق
لوحا اذا اومض (يشهد) ای يصدقه

فی دعواه صلی اللہ علیہ وسلم من شھد
عند الحاکم لفلان او علی فلان شھادۃ اذا
ادی ماعندہ من الخبر القاطع
۱۰ الاعراب آغر خبر اول لمبتدأ مقدر وھو
ضمیر ھو راجع الیہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ
بتقدیر المضاف ای علی ظہرہ خاتم مقدم للنبوۃ
ظرف مستقر صفۃ اولی لقولہ خاتم وھو مبتدأ
مؤخر والجملۃ الاسمیۃ خبر ثان من اللہ بتقدیر
المضاف ای من عطاء اللہ ظرف مستقر صفۃ ثانیۃ
مشھود صفۃ ثالثۃ و یلوح صفۃ رابعۃ و
یشھد عطف علیہ ترجمہ
وہ سردار کریم ہیں (برتقدیر استعارہ) یا وہ
شہرۂ آفاق ہیں (برتقدیر مجاز مرسل) ان کی پشت پر
مہر نبوت ہے جو ہر ایک کو نظر آتی ہے اور (بجلی کی طرح)
چمکتی ہے اور آپ کے دعوی نبوت کے صدق پر شاہد ہے

وَضَمَّ الإِلٰهُ اسْمَ النَّبِيِّ مَعَ اسْمِهِ ۔ إِذَا قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ أَشْهَدُ

اللغت :* (الاسم) معناه معلوم وفيه اختلاف
كثير قال الكوفيون انه مشتق من الوسم
وهو العلامة والاسم وسم اى علامة على المسمىٰ
وقال البصريون انه مشتق من السمو وهو
العلو والاسم يرفع المسمىٰ الى الاذهان
وذكر الجمال فى حاشيته على شرح الكافية
قيل اصله امر من سما يسمو او من سمى يسمى
مثل أُدع وإرم وقيل اصله وسم لا حذف
ولا تعويض وانما قلبت الواو همزة كما فى
إشاح أقولُ ما قاله الكوفيون بانه مشتق من
الوسم واصله وسم الا انه حذفت منه
الفاء اللتى هى الواو وزيدت الهمزة فى
اوله عوضا عن المحذوف ووزنه إعل ضعيف
جدا لوجوه شتى الاول اجتمعت العرب على
ان الهمزة فى اوله همزة التعويض

* ضَمَّ اى امر بالفم نفيه مجاز عقلى حيث اسند الفعل الى السبب الآمر كما فى قوله تعالىٰ ياهامان ابن لى صرحا۔

وهى انما تقع نحو يضا عن حذف اللام
لا عن حذف الفاء يقولون فى بنو ابن
ولا يقولون فى وعد إعد ولا فى
وثق إثق بل يعوضون عنها الهاء
فيقولون عدة وثقة والثانى يقولون
فى صيغة المتكلم اسميته ولو كان مشتقا
من الوَسْم لوجب ان يقولوا اوسمته وكان
الاصل فى ذاك اسموته لان الواو اللتى
هى اللام وقعت رابعة قلبت ياءاً والثالث
انهم يقولون فى تصغيره سُمَىٌّ ولو كان مشتقا
من الوسم لكان ان يقولوا وُسَيْم كما يقولون
فى تصغير زنة وزنين وفى تصغير
عدة وُعَيْد لان التصغير يرد الاشياء
الى اصولها والاصل فى سُمَىٌّ سُمَيْوٌ
الا انه لما اجتمعت الياء والواو والسابق
منهما ساكن فقلبوا الواو ياءًا وادغموا الياء فى

فی الیاء کما فی سید ومیتا وغیرهما والرابع
یقولون فی تکسیره اسماء واسامی ولوکان
مشتقا من الوسم لقالوا اوسام واواسیم
فعدم قولهم الا اسماء واسامی دل علی
انه مشتق من السمو لا من الوسم
وما قاله القائل انما قلبت الواو همزة کما فی اشاح
فاقول هذا القیاس قیاس مع الفارق
لان الوسم لیس فی ای لغة بالکسر
بل هو بالفتح والاشاح کان اصله وشاح وهو بالکسر
وانما قاعدة قلب الواو همزة متعلقة بها فکیف یقاس
الوَسْم علی الوِشاح ۔ قال الجلال السیوطی
فی المزهر نقلا عن الکامل للمبرد کل واو مکسورة
وقعت اولا فهمزها جائز الخ (النبی) ولغة فیه
النبیٔ قال یونس یخالف اهل مکة عن العرب
فیهمزون واهل المدینة لایهمزون وقال
سیبویه بلغنا ان قوما من اهل الحجاز من اهل

التحقیق یخففون. الهمزة فی نبی وبریة وذلك
قلیل ردی وقول الاعرابی یا نبیء اللہ
ای الخارج من مکة الی المدینة انکرہ
علیه صلی اللہ علیه وسلم فقال لا تنبر باسمی
فانما انا نبی اللہ وهو فعیل بمعنی الفاعل
او المفعول فان اخذته من النبوة باعتبار
مأخذها الاول المذکور فیما سبق فمعناہ الرافع
ای للخلق من الحضیض الی الاوج
او المرفوع ای علی غیرہ وان اخذته من
النبوة باعتبار مأخذها الثانی فمعناہ من
یطلع غیرہ علی الغیب او من اطلعه
اللہ تعالی علی الغیب وقال بعض المحققین
انه لفظ عجمی وعلیه هذا فی الوحی المحمدی
فی باب تحقیقه بلفظة قیل والجمع انبیاء
ونبیاء و انباء ونبیون بلا اختلاف ونبآء
(اذا) ظرف مستقر للضد المفهوم من ضد

الضم نحو لله الامر من قبل ومن بعد ای قبل
الغلبة وبعدها وعلله ابن مالک بانه کان حقها البناء
فی الاحوال کلها لشبهها بالحرف لفظاً من حیث امتناع التصرف
بتثنیة والجمع والاشتقاق ومعنًی لافتقارها الی غیرها
فی بیان معناها لکن عارض ذلک لزومها للاضافة واعربت
فلما قطعت عنها ونوی معنی الثانی دون لفظه ~~المشبهة~~
اشبهت حرف الجواب فی الاستغناء بها عن لفظ ما بعدها
فانضم ذلک الی الشبهین المذکورین فبنیت وفی الافصاح
اکثر النحویین یقولون لما افردت من مضافها
وتضمنته اشبهت الحرف لتعلقها بالمحذوف بعدها
معنی تولق الحرف بغیرها فبنیت لذلک وقد تفتح
فی هذه الحالة بلا تنوین وقد تضم مع التنوین
وکلاهما اعراب حکی هشام رأیته قبل ومن قبل
وانشد ولا وجه العذری قبل جمیل وانشد الخلیل قوله
فما شربوا بعداً علی لذة خمرا بالضم منونا
ولا یضاف بعد بجملة ما لم یکف بما کقوله

عکوسِ اسنادِ اعزازات (ایوارڈز)

डॉ० आर. एन. बैश्य
Dr. R. N. BAISHYA
M.B.(CHA)
DIRECTOR
2449220 (Off.)

राष्ट्रीय राजधानी क्षेत्र, दिल्ली सरकार,
निदेशालय स्वास्थ्य सेवाएँ
Govt. of N. C. T. of Delhi
Directorate of Health Services
Swasthaya Sewa Nideshalaya Bhawan,
F-17, Karkardooma, Delhi-110032.

D.O. No. 44/44/2001/DHS/SHS/5261
Date: 10-01-02

Dear Hakim Misbhai,

I am pleased to inform you that the Government of National Capital Territory of Delhi has selected you for the "State Award for Service Doctors" for the year 2000-01 in recognition of the meritorious services rendered by you to the citizens of Delhi in the field of health care.

In this connection the awards giving function will be held on 14th January 2002 at Maulana Azad Medical College Auditorium at 6.00 P.M. in which Chief Minister, Delhi will be bestowing the honour upon all the awardees.

You are requested to please attend this function alongwith your family.

With regards.

Yours sincerely,

(DR. R. N. BAISHYA)

Hakim F.R. Misbhai,
Reader, DMS,
A & U Tibbia College

State Award

for

Service Doctors

दिल्ली सरकार
Govt.of NCT of Delhi

Dr. ......*Hakim F.R. Misbahi*...... is presented with the State Award for the year 2000-2001 for his/her meritorious service in the field of health care in Delhi.

डा० ......हकीम एफ आर मिसबाही...... को दिल्ली में उनकी स्वास्थ्य सेवा के क्षेत्र में उल्लेखनीय सेवाओं के लिए वर्ष 2000-2001 के राज्य चिकित्सा पुरस्कार से सम्मानित किया गया।

Mrs. ADARSH MISRA
Principal Secretary (Health)

DR. A.K. WALIA
Minister of Health

The Scientific Council

of

MASEEH-UL-MULK

HAKIM AJMAL KHAN MEMORIAL SOCIETY

[An organization working for the globalization of ISM]

(Regd. under Act XXI of 1860, Delhi)

FELLOW OF UNANI SYSTEM OF MEDICINE
(FUSM)

The scientific council of Hakim Ajmal Khan Memorial Society hereby makes it known to all men by these presents that Hakim E.R. MISBAHI *who has been thoroughly evaluated in the Art & Science of Unani medicines has been admitted to the award of life fellow of Hakim Ajmal Khan Memorial Society & to all the honours, rights & privileges pertaining to the award.*

In witness whereof we the office bearers have hereunto set our signatures at Delhi on this day of 09-12- 2003.

Chairman
Scientific Council
Unani (HAKMS)

President / Gen. Secretary
(HAKMS)

ڈاکٹر شرر مصباحی کی تصانیف

(مطبوعہ)

ظہور قدسی (۱۹۵۹) : زیر اہتمام انجمن تنظیم ادب، محلہ کٹرہ، مبارکپور

نمود سحر (۱۹۵۹) : زیر اہتمام انجمن تنظیم ادب، محلہ کٹرہ، مبارکپور

محاسبے (۱۹۹۷) : زیر اہتمام آل انڈیا یونانی طبی کانگریس، نئی دہلی

معارضہ بر محاسبے کا محاسبہ (۱۹۹۸) : زیر اہتمام آل انڈیا یونانی طبی کانگریس، نئی دہلی

زیر ترتیب

مقالات شرر مصباحی (تین حصوں میں)

تذکار (مطبوعہ جام نور دہلی مع اضافات)

خیط ابیض (مجموعہ حمد و نعت و منقبت)

ابر نیساں (مجموعہ غزلیات و رباعیات اردو، فارسی)

کشکول (متفرقات، پرسنل ڈائری سے)

مکتوبات شرر مصباحی

مکتوبات مشاہیر بنام ڈاکٹر شرر مصباحی

Published by
MANZAR SAYEED
(Sr. Server Admin Religare Technologies Ltd)
T-181, IInd Floor, Model Basti, New Delhi-5